عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۶ | ۲۷ رمضان تا ۱۲ شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۳ جون تا ۷ جولائی ۲۰۱۷ء | شمارہ: ۲۴/۲۵

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

عید الفطر

فضائل و احکام

صدقۂ فطر کے احکام

کامیابی کا راستہ

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Email: editorkn@yahoo.com

سچی توبہ سے کبیرہ گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں

س:...... تبلیغ کے دوران میں نے سنا ہے کہ بعض گناہوں سے ایمان ختم ہوجاتا ہے تو عرض یہ ہے کہ جو گناہ مجھ سے صادر ہوئے ہیں، یہ جہالت اور علم نہ ہونے کی وجہ سے ہوئے، اب مجھے تو اس بارے میں علم نہیں ہے، یہ اللہ کو علم ہوگا، اب اس بارے میں، میں اپنے ایمان کی اصلاح کس طرح کروں؟

ج:...... اہلِ سنت والجماعت کے ہاں بالاتفاق کسی گناہ سے ایمان ختم نہیں ہوتا، خواہ کتنا ہی بڑا کبیرہ گناہ کیوں نہ ہو (بشرطیکہ اس کو حلال نہ سمجھا جائے) بلکہ اللہ رب العزت نے تو تمام کبائر سے سچی توبہ کرنے پر معافی کا اعلان بھی فرمادیا ہے، چنانچہ قرآن کریم کی بے شمار آیات اور بہت ساری احادیث مبارکہ اس پر دلیل ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

"قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ٥ وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ٥" (الزمر:۵۳،۵۴)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا" (النساء:۱۱۶)

ایک اور مقام پر فرمایا:

"وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ." (ھود:۳)

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ" (سورۃ التحریم:۸)

وفی الحدیث:

"عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثلاث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الٰہ الا اللّٰہ لا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل .... الخ (مشکوٰۃ، ص:۱۷، ج:۱، کتاب الایمان، باب الکبائر، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی) وعن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من تاب قبل ان تطلع الشمس من مغربھا تاب اللّٰہ علیہ (رواہ مسلم) وعن ابی عبدالرحمن عبداللّٰہ بن عمر بن الخطابؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان اللّٰہ عزوجل یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر." (رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن، ریاض الصالحین للنووی، ص:۲۴، باب التوبۃ)

اور اس کے علاوہ بھی اس مفہوم کی کئی روایات کتب حدیث میں موجود ہیں: ھذا ماعندی و اللّٰہ اعلم بالصواب۔

☆☆......☆......☆......☆☆

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس

جلد:۳۶

۲۷ر رمضان تا ۱۲ر شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۳ر جون تا ۷ر جولائی ۲۰۱۷ء

شمارہ:۲۴، ۲۵

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور راتا

ترئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

اس شمارے میں!

کامیابی کا راستہ	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
عید الفطر: فضائل و احکام	۷	مفتی محمد راشد ڈسکوی
صدقۂ فطر کے احکام	۱۱	ڈاکٹر لیاقت خان نیازی
شوال کے چھ روزوں کی فضیلت	۱۳	مفتی عبداللہ حسن زئی
عیدین اور رمضان کی تعیین میں شریعت کا ضابطہ	۱۴	مفتی زین الاسلام قاسمی
سکھ مذہب سے دین اسلام تک (۴)	۱۷	خالد محمود (سابق یوئیل کندن)
معتمد اور غیر معتمد تفاسیر (۱۵)	۲۱	مولانا فضل محمد یوسف زئی
مرزا قادیانی کا تعارف و کردار (۳۹)	۲۴	حافظ عبیداللہ

ضروری اعلان

عید الفطر کی تعطیلات کے باعث شمارہ ۲۴، ۲۵ کو یکجا شائع کیا جا رہا ہے۔
ایجنسی ہولڈرز اور قارئین نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

بیمار کی عیادت اور مصائب پر صبر

حدیث قدسی ۱۹: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ بعض ملائکہ کو ارشاد فرماتا ہے: جاؤ! میرے فلاں بندے پر بلا اور مصیبت ڈالو۔ فرشتے اس بندے پر کوئی بلا نازل کرتے ہیں، وہ بندہ اس مصیبت پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: اے رب! ہم نے تیرے حکم کے موافق اس بندے پر بلا ڈال دی۔ ارشاد ہوتا ہے: لوٹ جاؤ، میں اپنے بندے کی دعا اور اس کی آواز کے سننے کو پسند کرتا ہوں۔ (طبرانی)

یعنی مصیبت زدہ بندے کی پکار پیاری معلوم ہوتی ہے۔ بعض دفعہ کسی بندے کو اس غرض سے بلا میں مبتلا کرتے ہیں کہ اس کی درد بھری آواز بھلی معلوم ہوتی ہے۔

حدیث قدسی ۲۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے کسی بندے کو بیماری میں مبتلا کروں اور وہ اپنے مرض کو تین دن سے پہلے ظاہر کردے تو اس نے میری شکایت کی۔ (طبرانی فی الاوسط)

یعنی جہاں تک ہوسکے صبر کرے اور اپنی تکلیف کو چھپائے مرض یا کسی قسم کی تکلیف کو ظاہر کرنے میں جلدی نہ کرے۔

حدیث قدسی ۲۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس بندۂ مومن کی میں دنیا کی پیاری چیزوں میں سے کوئی چیز لے لیتا ہوں اور وہ بندۂ مومن ثواب کی امید سے صبر کرتا ہے تو میرے پاس اس صابر بندے کے لئے سوائے بہشت کے اور کوئی چیز نہیں ہے۔ (بخاری)

یعنی اس کو جنت ہی دوں گا۔

حدیث قدسی ۲۲: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ لوح محفوظ میں جو چیز سب سے پہلے لکھی گئی، وہ یہ تھی کہ: شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے، جو میرے فیصلہ اور میری قضا کا فرمانبردار رہا اور میرے حکم پر راضی رہا اور میری بھیجی ہوئی بلا پر صبر کیا تو میں اس کا حشر قیامت میں صدیقوں کے ساتھ کروں گا۔ (دیلمی)

حدیث قدسی ۲۳: حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنے پروردگار کی خدمت میں عرض کیا: اے رب جس عورت کا بچہ مرجائے اور اس عورت کی کوئی تعزیت کرے تو اس کا بدلہ کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں اس کو اپنے سایہ میں اس دن جگہ دوں گا جس دن میرے سایہ کے علاوہ کہیں سایہ نہ ہوگا۔ (ابن السنی)

اقامت

س:...... نماز سے متعلق استعمال ہونے والی اصطلاحات کیا کیا ہیں؟

ج:...... نماز سے متعلق استعمال ہونے والی اصطلاحات (خاص مفہوم) درج ذیل ہیں:

فرض: نماز کے وہ اعمال جن کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور نماز کو شروع سے دوبارہ پڑھنا پڑتا ہے، چاہے وہ عمل جان بوجھ کر چھوڑ دیے ہوں یا بھول کر رہ گئے ہوں۔

واجب: نماز کے وہ اعمال جن کے بغیر بھی نماز نامکمل رہتی اور ناقص ہوتی ہے لیکن اس کی تلافی کے لئے (اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے) شریعت نے سجدۂ سہو بتلایا ہے۔ اگر اسے ادا کرلیا جائے تو وہ نماز قبول ہوجاتی ہے۔ اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو اس نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

سنت: سنت اس کام اور عمل کو کہتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو یا صحابہ کرامؓ کو کرنے کا حکم فرمایا ہو، اس کی دو قسمیں ہیں: سنت مؤکدہ اور سنت غیر مؤکدہ۔ سنت مؤکدہ اس کام کو کہتے ہیں جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو یا ہمیشہ کرنے کے لئے فرمایا ہو اور وہ کام ہمیشہ کیا گیا ہو اور بغیر عذر کبھی نہ چھوڑا ہو۔ ایسی سنتوں کو بغیر عذر چھوڑ دینا گناہ ہے اور چھوڑنے کی عادت بنالینا سخت گناہ ہے۔ سنت غیر مؤکدہ اس کام کو کہتے ہیں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر کیا ہو لیکن کبھی کبھی بغیر عذر چھوڑ بھی دیا ہو، ان سنتوں کو ادا کرنے میں ثواب ہے اور چھوڑنے میں گناہ نہیں۔ انہیں مستحب بھی کہتے ہیں، ان سنتوں کو سنن زوائد بھی کہتے ہیں۔

نفل: ان کاموں کو کہتے ہیں جن کی فضیلت شریعت میں ثابت ہو، ان کے کرنے میں ثواب ہو اور چھوڑنے میں عذاب نہ ہو، اسے تطوع بھی کہتے ہیں۔

حرام: اس کام کو کہتے ہیں جس کی ممانعت دلیل قطعی (وہ دلیل جسے قرآن مجید اور ان احادیث سے ثابت کیا جائے جن کے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد بہت زیادہ ہو، اصطلاح میں ایسی حدیث کو حدیث متواترہ اور حدیث مشہورہ بھی کہا جاتا ہے) سے ثابت ہو، اور اس کو کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے، اس کا منکر کافر ہے۔

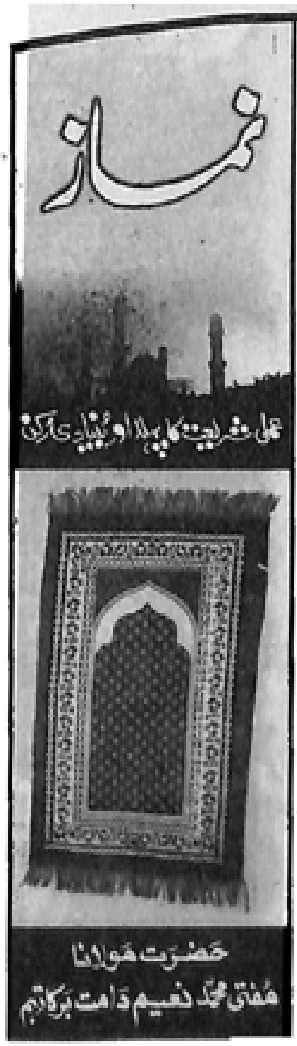

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

کامیابی کا راستہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہم سے رخصت ہوا، کتنے خوش نصیب ایسے ہوں گے جنہوں نے اس ماہ مقدس کی قدر کی، اس کے ہر ہر لمحہ کو اپنے لئے کارآمد بنایا، سابقہ غلطیوں پر توبہ وندامت کا اظہار کرکے، آئندہ کے لئے گناہوں سے اجتناب کا عزم کیا ہوگا اور پورا مہینہ نیکیوں پر کمربستہ رہے ہوں گے، بلاشبہ یہ مقدس مہینہ ایسے لوگوں کے لئے رحمت ومغفرت کا وسیلہ اور جہنم سے نجات اور مغفرت کا ذریعہ ثابت ہوگا، اس کے برعکس کتنے بدبخت ایسے ہوں گے جنہوں نے اپنی روش بدلی، نہ گناہ چھوڑے، نہ سابقہ گناہوں پر پشیماں ہوئے، بلکہ اس مبارک مہینہ میں بھی اپنی روش نہ بدلی اور سراسر محروم کے محروم ہی رہے۔

رمضان المبارک کی برکات ہی تھیں کہ اس ماہ مقدس میں شہر اور محلّہ کی اکثر مساجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں، نماز کے بعد کوئی ذکر کررہا ہے، کوئی تلاوت کررہا ہے، کوئی نوافل پڑھ رہا ہے، کوئی وعظ ونصیحت سننے میں مشغول ہے، کوئی مسائل معلوم کررہا ہے، غرض یہ کہ ہر طرف نیکیوں اور عبادتوں کا موسم بہار تھا، مسجد میں بڑے بھی آرہے ہیں، چھوٹے بھی، بچے بھی، بوڑھے بھی ہر ایک کی یہ کوشش اور خواہش ہے کہ نماز باجماعت مل جائے، تکبیر اولیٰ مل جائے، اور ہر ایک کو یہ اندیشہ اور فکر لاحق ہے کہ کہیں میری نماز فوت نہ ہو، میری تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو۔

لیکن جیسے ہی رمضان المبارک مکمل ہوا اور عید کی نماز ہوگئی، وہی مساجد جو رمضان المبارک میں نمازیوں کی کثرت کی بنا پر اپنی تنگ دامنی کا سماں پیش کررہی تھیں، یکایک وہ مساجد نمازیوں سے خالی ہوکر چند صفوں میں سمٹ اور سکڑ گئیں۔

ایسا کیوں؟ کیا نماز باجماعت صرف اس ایک ماہ میں فرض تھی؟ کیا ہمارا دین چند دنوں یا مہینہ بھر کی عبادت کا ہمیں حکم دیتا ہے؟ کیا بقیہ گیارہ مہینوں میں نماز ہم سے ساقط ہوگئی ہے؟ حالانکہ قرآن کریم میں توحید، رسالت، آخرت کے ذکر کے بعد جس قدر نماز کا تذکرہ ہے کسی دوسری عبادت کا نہیں، اجمالی طور پر اور عبادت وطاعت کے ضمن میں تو سینکڑوں سے بھی زیادہ مرتبہ نماز کا ذکر ہوگا لیکن صراحتاً تقریباً ایک سو نو بار قرآن کریم میں نماز کا ذکر آیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”اس کا دین نہیں جس کی نماز نہیں۔ (ومن ترک الصلوٰۃ فلا دین لھا۔ کنز العمال، رقم الحدث: ۲۱۶۱۸، ج:۸، ص:۴) نماز کا مقام دین میں ایسا ہے جیسے سر کا مقام جسم میں۔“ (المعجم الاوسط: ۲۲۹۲)

دوسری جگہ ارشاد ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: حضور وہ کون سی چھ چیزیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز، زکوٰۃ، امانت، شرمگاہ کی حفاظت، پیٹ کی حفاظت اور زبان کی حفاظت۔“

(رواہ الطبرانی فی الاوسط، الترغیب والترہیب، ج:۳، ص:۳)

ایک حدیث میں ہے کہ بندہ جب تک نماز میں ہوتا ہے اس کو تین باتیں حاصل ہوتی ہیں:

۱:......آسمان کی بلندیوں سے لے کر اس کے سر کی چوٹی تک نیکی بکھرتی رہتی ہے۔

۲:......ملائکہ آسمان سے لے کر اس نمازی کے قدموں تک اس کو گھیرتے ہیں۔

۳:......ایک منادی کرنے والا یہ اعلان کرتا رہتا ہے کہ اگر بندہ کو معلوم ہو (کہ نماز میں کیا کچھ ملتا ہے) تو وہ ادھر ادھر التفات نہ کرے۔

نماز بہترین عبادت ہے، تمام پریشانیوں کا حل نماز میں ہے، نماز روزی دلانے کا سبب ہے، صحت کی محافظ ہے، بیماریوں کو دور کرتی ہے، نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے، نماز مومن کا نور ہے، نماز افضل جہاد ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی آفت آسمان سے اترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث: ۲۹۴۷، ج:۳، ص:۸۳)

خلاصہ یہ کہ پورے خشوع وخضوع کے ساتھ باجماعت نماز خود بھی پڑھیں اور اپنے گھر والے، پڑوسی، محلہ والے سب کو نماز باجماعت پڑھنے کا پابند بنائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''احب الاعمال الی اللّٰہ ادومھا وان قل'' (متفق علیہ، مشکوٰۃ، ص:۱۱۰) (اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہی ہو)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ نماز باجماعت پڑھی، صحابہ کرامؓ نے ہمیشہ نماز باجماعت کی پابندی کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز باجماعت نہ پڑھنے والوں پر ناراضگی کا اظہار فرمایا، حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ اپنی جگہ کسی کو امام بناؤں اور میں جاکر ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگادوں جو نماز باجماعت میں شریک نہیں ہوتے۔'' (رواہ البخاری، مشکوٰۃ، ص:۹۵)

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا: ''اگر گھر میں خواتین اور بچے نہ ہوتے تو میں ایسے گھروں کو آگ لگادیتا۔'' (رواہ احمد، مشکوٰۃ، ص:۹۷)

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جو اسوۂ حسنہ دین حق کی کامیابی کی دلیل ہے، ہم اس سے غافل ہوچکے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ تو یہ ہے اور اس بات کو سب مسلمان مانتے ہیں کہ نجات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو اختیار کرنے میں ہے، مگر اس پر ہمارا عمل نہ ہونے کے برابر ہے۔

حضرت حاتم اصمؒ ایک بزرگ گزرے ہیں، ان کا ارشاد ہے:

دانستم کہ خدائے را برمن حق است
جز و من کسے دیگر نے ادامی کند

ترجمہ:...... ''میں نے جان لیا ہے کہ میرے پروردگار کا مجھ پر حق ہے، جس کو میرے سوا کوئی دوسرا آدمی ادا نہیں کرسکتا، لہٰذا میں اس حق کی ادائیگی میں مصروف ہوگیا ہوں۔''

مطلب یہ ہے کہ حتی الامکان کوشش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہونے پائے، ظاہر ہے کہ جو شخص حقوق اللہ کا خیال رکھے گا وہ کبھی غفلت کا شکار نہیں ہوگا، وہ نہ صرف خدا تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے لئے مستعد ہوگا بلکہ مخلوق کے حقوق کی بھی پاس داری کرے گا، بلاشبہ ایسا شخص کامیابی کے راستے پر چل رہا ہے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

عیدالفطر: فضائل واحکام

مفتی محمد راشد ڈسکوی

اس مضمون میں ”چاند رات، عید الفطر کے مسنون اعمال، نماز عید کا طریقہ اور اگر کوئی شخص عید کی نماز میں مسبوق ہو تو وہ اپنی نماز عید کی رہ جانے والی رکعتوں کو کیسے پورا کرے گا؟“ ان اُمور کو بیان کرنا ہے۔ اللہ رب العزت حق بات کو احسن انداز میں پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

چاند رات:

احادیثِ مبارکہ میں اس رات کو ”لیـــلـة الـجائزة“ (انعام کی رات) کا نام دیا گیا ہے، چونکہ اس رات میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اپنے بندوں کو انعام دیا جاتا ہے، اس لئے اس رات کا خاص طور پر خیال رکھنا ضروری ہے۔ پورا مہینہ اللہ کے بندے اللہ کو راضی کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں، ایک عجیب تبدیلی کا احساس ہر بندہ محسوس کرتا ہے، عبادات میں ترقی ہو جاتی ہے۔ نماز، تلاوت کلام پاک، ذکر و اذکار، رب عزوجل سے مناجات، الغرض ہر ہر بندہ اپنے رب کی بندگی میں آگے سے آگے بڑھنے کی تگ و دو میں لگا ہوتا ہے، یہ تو عام لوگوں کا حال ہوتا ہے، خواص کا تو پوچھنا ہی کیا؟! ان کے ہاں تو رمضان المبارک کا مہینہ ایک الگ ہی منظر پیش کر رہا ہوتا ہے، دنیاوی معاملات و مصروفیات کو تو گویا بالکلیہ ہی خیر باد کہہ دیا جاتا ہے، اور دن، رات رب عزوجل کے تعلق و خوشنودی کے حصول کے لئے کوششوں میں گزر جاتے ہیں۔

ایسے میں جب یہ مہینہ اپنے اختتام کو پہنچتا ہے تو پھر پہلی رات سے ہی پورے ماہ کی محنت کے بدلے ملنے والے انعامات کا اعلان شروع ہو جاتا ہے۔

مذکورہ تفصیل کے بعد جب اپنے اوپر اور اردگرد کے ماحول پر نظر ڈالتے ہیں تو پھر عام لوگ تو درکنار کچھ خواص قسم کے افراد بھی رمضان کے تھکے ہارے اس رات بے فکری میٹھی نیند سوتے نظر پڑتے ہیں، حالانکہ یہ رات بھی بہت زیادہ خصوصیت کی حامل ہے۔

عیدین کی راتوں کی فضیلت کے بارے میں وارد ہونے والی کئی روایات سند کے اعتبار سے اگرچہ کچھ کمزور ہیں، لیکن ایک تو فضائل کے معاملہ میں ضعیف روایات قابلِ قبول ہوتی ہیں (بشرطیکہ ضعف شدید نہ ہو) دوسرے ان روایات کے مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہونے کی وجہ سے ضعف کسی درجہ میں دور بھی ہو جاتا ہے، لہٰذا اس موقع پر روایات کی سندوں کے ضعف کو بنیاد بنا کر عیدین کی راتوں کی فضیلت کا یکسر انکار کر دینا جمہور کے مؤقف کے خلاف ہے، جیسا کہ صحیح مسلم کے شارح امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اور بعض دیگر محدثین نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ ”شرح مسلم“ میں لکھتے ہیں:

”اتـفـقـوا عـلـى اسـتحباب إحياء ليلتي العيدين وغير ذلك.“ (شرح النووی علی صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان: ۱/۲۷۲، قدیمی)

ترجمہ:......”عیدین کی راتوں میں جاگ کر عبادت کرنے کے استحباب پر جمہور علماء نے اتفاق کیا ہے۔“

چنانچہ بہت سی کتب احادیث میں مثلاً: ابن ماجہ، الترغیب والترہیب، شعب الایمان للبیہقی، الجامع الصغیر، کنز العمال، مصنف عبد الرزاق، سنن الکبری للبیہقی وغیرہ میں مذکور ہے:

عیدالفطر مسلمانوں کے لئے بہت زیادہ خوشی کا دن ہے، اس خوشی کی وجہ یہ ہے اس دن مسلمان اللہ جل شانہ کی توفیق اور اس کے فضل وکرم سے اپنے ذمہ عائد ایک بہت بڑے فریضے کی تکمیل کر چکے ہوتے ہیں۔ پورا مہینہ دن کو روزہ اور شب میں تراویح کی ادائیگی اور اس میں کلامِ الٰہی کے پڑھنے اور اس کے سننے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اس محنت کا بدلہ یا مزدوری اس عیدالفطر کے دن دیا جاتا ہے، اسی لئے اس دن کو آسمانوں میں ”یوم الجائزة“ (انعام کا دن) اور اس کی رات کو ”لیلة الجائزة“ (انعام کی رات) کہہ کر پکارا جاتا ہے

"من قام ليلتي العيدين محتسباً لم يمت قلبه يوم تموت القلوب ۔" (سنن الکبریٰ للبیہقی، باب عبادۃ لیلۃ العیدین، رقم الحدیث: ۶۵۱۸، ۳/۳۱۹، مجلس دائرۃ المعارف)

ترجمہ:...... "جس شخص نے عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتوں کو ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے زندہ رکھا (عبادت میں مشغول اور گناہ سے بچا رہا) تو اس کا دل اس (قیامت کے ہولناک اور دہشت ناک) دن نہ مرے گا، جس دن لوگوں کے دل (خوف وہراس اور دہشت و گھبراہٹ کی وجہ سے) مردہ ہو جائیں گے۔"

اتنی بڑی فضیلت اور اس سے ہماری غفلت!! ڈر ہے کہ کہیں ہماری اس ناشکری کا وبال ہمیں اس منعم کے عتاب میں ہی نہ مبتلا کر دے۔

عید الفطر:

عید الفطر مسلمانوں کے لئے بہت زیادہ خوشی کا دن ہے، اس خوشی کی وجہ یہ ہے اس دن مسلمان اللہ جل شانہ کی توفیق اور اس کے فضل وکرم سے اپنے ذمہ عائد ایک بہت بڑے فریضے کی تکمیل کر چکے ہوتے ہیں۔ پورا مہینہ دن کو روزہ اور شب میں تراویح کی ادائیگی اور اس میں کلامِ الٰہی کے پڑھنے اور اس کے سننے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اس محنت کا بدلہ یا مزدوری اس عید الفطر کے دن دیا جاتا ہے، اسی لئے اس دن کو آسمانوں میں "یوم الجائزۃ" (انعام کا دن) اور اس کی رات کو "لیلۃ الجائزۃ" (انعام کی رات) کہہ کر پکارا جاتا ہے، جیسا کہ آگے حدیث شریف میں آرہا ہے۔ الغرض عید کے دن اور اس کی رات کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی فضیلت اور اہمیت ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے "شعب الایمان" میں ایک لمبی حدیث نقل کی ہے، جس کے کچھ حصے کا ترجمہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے، جس سے اس دن اور رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کے ساتھ ہونے والے معاملے کا اندازہ ہو سکتا ہے:

"پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو (آسمانوں میں) اس کا نام "لیلۃ الجائزۃ" (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے۔ اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں کو تمام شہروں کی طرف بھیجتے ہیں، وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں (راستوں) کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جن وانس کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے، پکارتے ہیں کہ اے امتِ محمدیہ! (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اُس رب کریم کی (بارگاہ کی) طرف چلو جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے، اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے۔ پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں: کیا بدلہ ہے اُس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ: اے ہمارے معبود اور مالک! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کو اس کی مزدوری پوری پوری ادا کر دی جائے، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "فإني أشهدكم يا ملائكتي! إني قد جعلتُ ثوابهم من صيامهم شهر رمضان وقيامهم رضائي ومغفرتي" ...... یعنی "فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی۔"

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد فرماتے ہیں:

"اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا، اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر غور کروں گا۔ میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں کی ستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو چھپاتا رہوں گا) میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رُسوا نہیں کروں گا۔ بس! اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اس اجر وثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے دن ملتا ہے، خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔" (اللّٰهم اجعلنا منهم، آمین)

لہٰذا! اللہ رب العزت کی (عطایا کی) طرف دیکھتے ہوئے ہمیں بھی چاہئے کہ اس دن کو بھی اور اس کے بعد کے ایام کو بھی اس کی منشأ کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں کہ یہی اس کی عطایا کی قدر دانی ہے، چنانچہ ذیل میں عید الفطر کے دن کے مسنون اور مستحب اعمال تحریر کیے جاتے ہیں:

عید کے دن کے اعمال:

۱:...... عید کے دن صبح سویرے اٹھنا۔

"ويستحب ..... التبكير وهو سرعة الانتباه." (الهندية: ۱/۱۴۹، رشیدیہ)

۲:...... نمازِ فجر اپنے محلے کی مسجد میں پڑھنا۔

"ومن المندوبات صلاة الصبح في مسجد حيه." (ردالمحتار: ۳/۵۶، دار المعرفۃ)

۳:...... جسم کے زائد بال اور ناخن وغیرہ کاٹنا۔ "ويطيب بإزالة الشعر وقلم الأظفار." (حلبی کبیر، ص: ۵۶۶، سہیل اکیڈمی)

۴:.....غسل کرنا۔

۵:.....مسواک کرنا۔(یہ اس مسواک کرنے کے علاوہ ہے جو وضو میں کی جاتی ہے، نیز مسواک کرنا خواتین کے لئے بھی مسنون ہے)۔

۶:.....جو کپڑے پاس ہوں اُن میں سے اچھے عمدہ کپڑے پہننا۔ نئے ہوں تو نئے پہن لئے جائیں، ورنہ دُھلے ہوئے پہنے جائیں۔

۷:.....خوشبو لگانا (لیکن خواتین تیز خوشبو نہ لگائیں)۔"ثم یستحب لصلاۃ العید ما یستحب لصلاۃ الجمعۃ منَ الاغتسال والاستیاک والتطیُّب ولُبس احسنِ الثیابِ والتبکیرِ الی المُصلّٰی لانہ یوم اجتماع للعبادۃ کالجمعۃ فیستحبُ التنظیف واظھار النِعمۃ والمُسارعۃ۔" (حلبی کبیر ص:۵۶۶، سہیل اکیڈمی)

۸:.....انگوٹھی پہننا۔(مردوں کے لئے زیادہ سے زیادہ ساڑھے چار ماشہ چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، اس سے زیادہ یا کسی اور دھات کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں)۔ (ردالمحتار:۳/۵۶، دارالمعرفۃ)

۹:.....اگر صدقۂ فطر ابھی تک ادا نہ کیا ہو تو عید کی نماز سے پہلے پہلے ادا کرنا۔"ویؤدی صدقۃ الفطر اِغناءً لِلفقیر لِیَتفرَّغ قلبُہ للصلاۃ۔" (فتح القدیر:۲/۷۰، دارالکتب العلمیۃ)

۱۰:.....عید گاہ کی طرف جلدی جانا۔ "ویُستَحَبُّ.....الابتکار وھو المُسارعۃ الی المُصلّٰی۔" (العالمگیریۃ:۱/۱۴۹، رشیدیہ)

۱۱:.....پیدل چل کر عید گاہ جانا، البتہ اگر کوئی عذر ہو تو سواری پر جانے میں مضائقہ نہیں۔"ثم خروجہ ماشیا الی الجبانۃ۔" (ردالمحتار:۳/۵۶، دارالمعرفۃ)

۱۲:.....نماز عید، عید گاہ میں ادا کرنا، البتہ اگر کوئی عذر ہو (مثلاً: بارش ہو، دشمن کا خوف ہو یا عید گاہ میں امام صحیح العقیدہ نہ ہو) تو مسجد محلہ میں ہی نماز عید ادا کرلی جائے۔(کذا فی امداد الاحکام:۱/۳۳۲)

۱۳:.....عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے آہستہ آواز میں تکبیرات تشریق کہتے ہوئے جانا، اور عید گاہ پہنچ کر تکبیرات بند کردینا، تکبیرات تشریق یہ ہیں: "اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔"

"ویُستحبُّ التکبیرُ جھرًا فی طریق المُصلّٰی یومَ الاضحٰی اِتفاقًا للاجماع واما یوم الفطر فقال ابو حنیفۃ لایُجھَرُ بہٖ۔" (حلبی کبیر ص:۵۶۶، سہیل اکیڈمی)

۱۴:.....عید الفطر کی نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھالینا، اگر کوئی میٹھی چیز ہو (کھجور، چھوہارے یا کوئی اور چیز) تو طاق عدد میں کھانا بہتر ہے، اور اگر میٹھی چیز نہ ہو تو کوئی بھی چیز کھا لی جائے۔ "ویستحب فی یوم الفطر اَنْ یطعم قبل اَن یَخرُجَ الی المُصلّٰی۔" (فتح القدیر:۲/۶۹، دارالکتب العلمیۃ)

۱۵:.....نماز عید ادا کرنے کے بعد واپسی پر راستہ بدل کر آنا۔(مرقاۃ:۳/۲۹۰، رشیدیہ)

۱۶:.....ہر کسی سے خوش اخلاقی سے پیش آنا، بشاشت کا اظہار کرنا اور غیظ وغضب سے پرہیز کرنا۔ "وندب...... إظھارُ البشاشۃ۔" (ردالمحتار:۳/۵۶، دارالمعرفۃ)

۱۷:.....اپنی وسعت کے مطابق مستحقین اور مساکین کی مدد کرنا۔"وندب .... اِکثارُ الصَّدقۃ۔" (ردالمحتار:۳/۵۶، دارالمعرفۃ)

۱۸:.....اپنی حیثیت کے مطابق اپنے گھر والوں پر کھانے وغیرہ کے اعتبار سے کشادگی کرنا۔

۱۹:.....اگر ممکن ہو تو عید کے دن جبہ پہننا۔ "ویندب للرّجال وکان للنبی ﷺ جبۃ فنک یلبسُھا فی الجُمَعِ والاعیاد۔" (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص:۵۲۹، دارالکتب العلمیۃ)

۲۰:.....ایک دوسرے کو مبارک باد دینا (بشرطیکہ اس کو لازم نہ سمجھا جائے)۔"وَنُدِبَ..... التَّھنِئۃُ بتقبَّلَ اللّٰہُ مِنّا ومنکُم۔" (ردالمحتار:۳/۵۶، دارالمعرفۃ۔ عمدۃ الفقہ:۲/۲۵۹، ۲۶۰ ملخصا)

نماز عید کا طریقہ:

عید کی نماز دو رکعت ہے، اس کا طریقہ عام نمازوں کی ہی طرح ہے، البتہ اس نماز میں چھ تکبیریں زائد ہوتی ہیں (تین پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور تین دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے) یہ تکبیرات واجب ہیں، اور ان کا ثبوت نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور کئی تابعین کرامؒ سے ہے۔(مسند احمد، شرح معانی الآثار، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق، مبسوط سرخسی، کتاب الآثار، اوجز المسالک وغیرہ)

نماز کا طریقہ یہ ہے: سب سے پہلے دل میں یا زبان سے نیت کرلے کہ "دو رکعت عید کی واجب نماز، چھ واجب تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں" اس کے بعد تکبیر تحریمہ یعنی "اللّٰہ اکبر" کہہ کر ہاتھ باندھ لے، پھر ثناء یعنی: "سبحٰنک اللّٰھم...الخ" پڑھ کے تین بار "اللّٰہ اکبر" کہے، پہلی اور دوسری بار کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر نیچے لٹکا دے، البتہ تیسری بار ہاتھ نہ لٹکائے، بلکہ باندھ لے، اس کے بعد امام "اعوذ باللّٰہ" اور "بسم اللّٰہ" پڑھ کے قرأت کرے اور حسب قاعدہ پہلی رکعت پوری کرے۔ دوسری رکعت میں قرأت کرنے کے بعد رکوع سے پہلے اسی طرح تین مرتبہ "اللّٰہ اکبر" کہے، جیسے پہلی رکعت میں کیا تھا، البتہ یہاں تینوں مرتبہ ہاتھ اُٹھا کر چھوڑ دے اور چوتھی بار رکوع کی تکبیر "اللّٰہ اکبر" کہہ کر رکوع میں چلا جائے، اور

حسب قاعدہ نماز مکمل کرے۔

اگر کچھ رکعتیں چھوٹ جائیں تو نماز عید میں ملنے کا طریقہ:

فرائض اسلام میں سب سے بڑا، اہم اور ذی شان فریضہ "نماز" ہے، لیکن مقام افسوس ہے کہ مجموعہ امتِ مسلمہ کا شاید دس فیصد طبقہ ہی اس اہم فریضہ کی طرف متوجہ ہوگا اور اس مختصر مجموعہ میں سے اس مقدس فریضہ کے جملہ مسائل سے واقفیت رکھنے والے بھی گنتی کے ہی افراد ہیں، انہی مسائل نماز میں سے ایک اہم مسئلہ "نمازوں کی چھوٹی ہوئی رکعات کی ادائیگی کا طریقہ" ہے۔ نمازی حضرات پانچوں نمازوں میں رہ جانے والی رکعات کو ادا کرنے کا طریقہ تو جانتے ہی ہوں گے، لیکن "نماز عید" (جو سال میں دو بار ہی آتی ہے) کی کوئی رکعت، یا تکبیرات زوائد رہ جائیں تو ان کی ادائیگی کیسے کی جائے گی؟ اس کی وضاحت تو ائمہ مساجد سے بھی بیان کرتے نہیں سنا گیا، چہ جائے کہ نمازی حضرات ان مسائل سے کما حقہ واقف ہوں، اور اگر کوئی امام صاحب اس مسئلہ کو بیان کرتے سنے بھی گئے تو عید کی نماز سے پہلے بیان کر رہے ہوتے ہیں، حالاں کہ یہ مسئلہ ان افراد سے متعلق ہے جو کسی عذر کی بناء پر تاخیر سے نماز میں شریک ہو رہے ہوں، نہ کہ ان افراد کے لئے جو پہلے سے مسجد یا عیدگاہ میں موجود ہیں۔

لہٰذا سوچا گیا کہ "نماز عید" میں مسبوق (یعنی وہ افراد جن کی کوئی رکعت یا تکبیرات رہ گئی ہوں) کی جتنی بھی صورتیں بن سکتی ہوں، ان کو تفصیل سے بیان کردیا جائے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ علمائے کرام و ائمہ مساجد اگر عید المبارک سے چند روز قبل تفصیل سے بیان کردیں، تاکہ بہت سے صوم وصلوٰۃ کے پابند حضرات کی نماز عید خراب ہونے سے بچ سکے۔

ذیل میں وہ تمام (متوقع) صورتیں جو پیش آسکتی ہیں، ان کا حکم ذکر کیا جاتا ہے:

۱:...... اگر کوئی شخص ایسے وقت نماز میں شریک ہوا جب امام تکبیراتِ زوائد کہہ چکا تھا، تو ایسے شخص کے لئے حکم یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھنے کے بعد فوراً تین تکبیراتِ زوائد کہے اور اس کے بعد خاموشی سے امام کی قرأت سنے۔ (ردالمحتار: ۶۴/۳، دارالمعرفہ، بیروت)

۲:...... اگر کوئی شخص ایسے وقت نماز میں شریک ہوا جب امام رکوع میں چلا گیا تھا، تو یہ شخص اندازہ کرے کہ اگر وہ قیام کی حالت میں ہی تکبیرات کہہ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوسکتا ہو تو ایسا ہی کرے اور اگر اس کا گمان یہ ہو کہ اگر میں نے قیام کی حالت میں تکبیرات کہیں تو امام رکوع سے اٹھ جائے گا، تو اس آنے والے کو چاہئے کہ وہ رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں تسبیحات کی بجائے تکبیرات کہے، لیکن اس وقت تکبیرات کہتے ہوئے ہاتھ نہیں اٹھائے جائیں گے، بلکہ ہاتھ گھٹنے پر ہی رکھے رہیں۔ ہاں! اگر رکوع میں تکبیرات کہنے کے بعد وقت ہو تو رکوع کی تسبیحات بھی کہہ لی جائیں، اور اگر آنے والا رکوع میں چلا گیا اور ابھی رکوع کی حالت میں ایک بار تکبیر کہہ پایا تھا، یا زیادہ، یا کچھ بھی نہیں کہہ پایا تھا کہ امام رکوع سے اٹھ گیا تو یہ بھی رکوع سے اٹھ جائے، بقیہ تکبیریں اس سے ساقط ہیں۔ (عالمگیریہ: ۱۵۱/۱، رشیدیہ)

۳:...... اگر کوئی ایسے وقت نماز میں شریک ہوا جب امام پہلی رکعت کے رکوع سے اٹھ گیا تھا یا دوسری رکعت میں قرأت شروع کر چکا تھا، تو اب آنے والا امام کی متابعت کرے، یعنی جس طرح امام کر رہا ہے اسی طرح کرتا رہے۔ پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد رہ جانے والی رکعت اس ترتیب سے ادا کرے گا کہ اول کھڑے ہو کر ثناء پڑھے، پھر سورۃ الفاتحہ پڑھے، پھر سورت ملائے، اور پھر رکوع میں جانے سے پہلے تین تکبیرات زوائد کہے، پھر رکوع میں جائے، یعنی صورت کے اعتبار سے "امام کے ساتھ پڑھی ہوئی دوسری رکعت اور یہ رکعت جو ادا کی جارہی ہے" دونوں رکعتیں ایک جیسی ہوں گی، یہ اصح قول ہے۔ (البحرالرائق: ۲۸۴/۲، دارالکتب العلمیہ)

۴:...... اگر کوئی شخص دوسری رکعت میں ایسے وقت پہنچا جب امام تکبیرات کہہ کر رکوع میں جا چکا تھا، تو اب پھر پہلی رکعت کی طرح اندازہ کرے کہ تکبیرات کہہ کر امام کو رکوع میں پا سکتا ہے، یا نہیں؟ اگر پا سکتا ہے تو ایسا ہی کرے، اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو رکوع میں جا کر تکبیرات کہے، اور اگر امام رکوع سے اٹھ گیا یعنی مقتدی سے دونوں رکعتیں رہ گئیں، تو یہ دونوں رکعتیں اسی طرح پوری کرے، جیسے عام ترتیب میں امام کے پیچھے پڑھی جاتی ہیں۔ (تاتارخانیہ: ۶۷۳/۲، قدیمی)

۵:...... اگر کوئی ایسے وقت میں پہنچا جب امام سلام پھیر چکا تھا، تو اب اکیلا اس نماز عید کو نہیں پڑھ سکتا، اس شخص کو چاہئے کہ کسی ایسی مسجد، یا عیدگاہ کو تلاش کرے جہاں ابھی تک عید کی نماز نہ ہوئی ہو، وہاں جا کر نماز ادا کرے اور اگر اس کو کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ چاشت کے وقت چار رکعت نفل ادا کرے۔ (ردالمحتار: ۶۷/۳، دارالمعرفہ)

الغرض! مذکورہ بالا ممکنہ صورتیں ہی کسی کو پیش آسکتی ہیں، اگر علمائے کرام اور ائمہ مساجد انہیں "عید" سے کچھ دن پہلے ہی سے ایک ایک کرکے بیان کردیا کریں تو یقیناً بہت سارے مسلمانوں کی "عیدین" کی نماز خراب ہونے سے بچ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنی مرضیات کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) ☆☆☆

صدقۂ فطر کے احکام

ڈاکٹر لیاقت خان نیازی

فطرانہ کی مقدار:

عید کے دن صدقہ فطر بھی ادا کریں جو صاحب نصاب پر واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ صدقہ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لئے اور مسکینوں کی روزی کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو ضروری قرار دیا (فی کس) ایک صاع کھجوریں یا اسی قدر جَو دیئے جائیں، غلام اور آزاد، مذکر اور مونث (یعنی مرد، عورت اور ہر چھوٹے بڑے مسلمان کی طرف سے) اور نماز عید کے لئے لوگوں کو جانے سے پہلے ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

کس پر واجب ہے؟:

صدقہ فطر اس شخص پر واجب ہے، جس پر زکوۃ فرض ہے یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت اس کی ملکیت میں ہو، اگر سونا چاندی اور نقد رقم نہ ہو اور ضرورت سے زائد سامان موجود ہو جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی بن سکتی ہو تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔ زکوۃ فرض ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مالک نصاب پر چاند کے حساب سے ایک سال گزر جائے لیکن صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے یہ شرط نہیں، اگر رمضان کی تیس (۳۰) تاریخ کو کسی کے پاس مال آ گیا جس پر صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے تو عید الفطر کی صبح صادق ہوتے ہی اس پر صدقہ فطر واجب ہو جائے گا۔

روزوں کی قبولیت:

صدقہ فطر ادا کر دینے سے روزوں کی قبولیت کی راہ میں کوئی اٹکانے والی چیز نہیں رہ جاتی ہے۔

ادائیگی فطرانہ:

صدقہ فطر بالغ عورت پر اپنی طرف سے دینا واجب ہے۔ شوہر کے ذمہ اس کا صدقہ فطر ادا کرنا ضروری نہیں اور جو نابالغ اولاد ہے اس کی طرف سے والد پر صدقہ فطر دینا واجب ہے، بچوں کی والدہ کے ذمہ بچوں کا صدقہ فطر دینا لازم نہیں ہے۔

جَو اور گیہوں وغیرہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جَو اور گیہوں وغیرہ ناپ کر فروخت کئے جاتے تھے اور ان چیزوں کو تولنے کی بجائے ناپنے کا رواج تھا۔ اس زمانے میں ناپنے کا جو ایک پیمانہ تھا اسی کے حساب سے حدیث شریف میں صدقہ فطر کی مقدار بتائی گئی ہے، وہ جو اور کھجور میں ایک صاع ہے اور گندم اور اس کا آٹا نصف صاع دیا جائے گا اور صاع انگریزی سیر کے وزن سے جو ہند و پاکستان میں رائج ہے اور اسی تولہ کا ہوتا ہے، تقریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے اور نصف صاع پونے

چھ روزہ تربیتی واصلاحی تحفظ ختم نبوت کورس

ضلع ملیر... (مولانا محمد اسحاق مصطفیٰ) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ملیر کے زیر اہتمام مدرسہ تعلیم القرآن ختم نبوت جامع مسجد اقصیٰ شاہ لطیف ٹاؤن میں اہل علاقہ کی مستورات اور مدرسہ کی طالبات کے لئے چھ روزہ تربیتی واصلاحی ختم نبوت کورس کا انعقاد کیا گیا۔ کورس کا آغاز ۶ رمئی بروز ہفتہ صبح نو بجے راقم الحروف کے درس سے ہوا۔ درس کا عنوان ''تحفظ ختم نبوت کی اہمیت اور فضیلت'' تھا۔ اس کے بعد مدرسہ ہذا کے شعبہ ناظرہ کے استاذ مولانا صدام حسین نے ''عقیدۂ توحید و رسالت'' پر بیان کیا۔ ۷رمئی کو پہلا سبق حافظ عبدالوہاب پشاوری نے ''آیات ختم نبوت'' پر دیا۔ دوسرا سبق راقم نے ''قادیانیت کا تعارف اور مرزا قادیانی کے دجل اور افترا'' پر پڑھایا اور عقیدۂ ظہور مہدی کے عنوان پر بھی درس دیا۔ ۸رمئی کو بنت مولانا عبدالرزاق ہزاروی نے ''خواتین کا دین کی ترویج واشاعت میں کردار'' پر بیان کیا۔ دوسرا درس مولانا طارق محمود قاسمی نے ''صحابہ کرام کا تحفظ ختم نبوت میں کردار'' پر تفصیل سے دیا۔ ۹رمئی کو پہلا سبق مولانا صدام حسین اور دوسرا سبق مولانا عبدالحئی مطمئن نے ''حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ظہور مہدی'' کے عنوان پر دیا۔ ۱۰رمئی کو مولانا احسن راجہ نے ''خواتین میں موجودہ رسوم و بدعات'' پر تفصیلی گفتگو کی اور دوسرا درس مرکزی مبلغ ختم نبوت مولانا مفتی محمد راشد مدنی کا خصوصی درس ہوا۔ ۱۱رمئی کو پہلا سبق مفتی مبشر ابراہیم، دوسرا سبق مولانا عبدالماجد اور تیسرا سبق مولانا مفتی مسعود کا ہوا اور مفتی مسعود کی دعا ہی سے کورس اختتام پذیر ہوا۔ اہل علاقہ نے اس کورس کو خوب سراہا اور تقریباً ۵۰ سے زائد خواتین نے شرکت کی اور آئندہ بھی ایسی مجالس میں اپنی شرکت کے ساتھ دوسری خواتین کی شرکت کو بھی یقینی بنانے کا عزم کیا۔ اللہ پاک اس کورس کو اہل علاقہ کے ایمان و یقین کی حفاظت اور باطل فتنوں کے سدباب کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

دوسیر کا ہوتا ہے، یہی مفتیٰ بہ قول ہے، بہتر یہ ہے کہ احتیاطاً گندم دوسیر اور جو چار سیر دے دیئے جائیں۔

وقت ادائیگی:

صدقہ فطر عید کے دن کی صبح کے طلوع ہونے پر واجب ہوتا ہے، اگر کوئی شخص اس سے پہلے مرجائے تو اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔ صدقہ فطر عید سے پہلے بھی ادا کیا جاسکتا ہے، اگر پہلے ادا نہ کیا تو عید کی نماز کے لئے جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے اگر کسی نے نماز عید سے پہلے یا بعد نہ دیا تو ساقط نہ ہوگا، اس کی ادائیگی برابر ذمہ رہے گی۔ جو بچہ عید الفطر کی صبح صادق ہوجانے کے بعد پیدا ہوا ہو اس کی طرف سے صدقہ دینا واجب نہیں۔

نابالغ بچہ:

اگر کسی نابالغ کی ملکیت میں خود اپنا مال ہو جس پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے تو اس کا وارث اسی کے مال سے اس کا صدقہ فطر ادا کرے، اس صورت میں اپنے مال سے دینا واجب نہیں۔

رشتہ داروں کو صدقہ فطر:

جن رشتہ داروں کو زکوٰۃ اور صدقہ فطر دینا جائز ہے ان کو دینے سے دُہرا ثواب ہوتا ہے کیونکہ اس میں صلۂ رحمی بھی ہوجاتی ہے۔

غریب نوکروں کو ادائیگی:

اپنے غریب نوکروں کو بھی زکوٰۃ اور صدقہ فطر دے سکتے ہیں، مگر ان کی تنخواہ میں لگانا درست نہیں۔

دیگر رشتہ داروں کو ادائیگی:

اپنی اولاد کو یا ماں، باپ اور نانا، نانی، دادا، دادی کو زکوٰۃ اور صدقہ فطر نہیں دے سکتے۔ البتہ دوسرے رشتہ داروں مثلاً بھائی، بہن، چچا، ماموں، خالہ وغیرہ کو دے سکتے ہیں۔ شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو صدقہ فطر دے تو ادائیگی نہ ہوگی۔

کن کو دینا جائز نہیں؟

جس پر زکوٰۃ خود واجب ہو یا زکوٰۃ واجب ہونے کے بقدر اس کے پاس مال ہو یا ضرورت سے زائد سامان ہو جس کی وجہ سے صدقہ فطر واجب ہوجاتا ہے تو ایسے شخص کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں، جس کی حیثیت اس سے کم ہو شریعت کے نزدیک اسے فقیر کہا جاتا ہے، اسے زکوٰۃ اور صدقہ فطر دے سکتے ہیں۔

ایک ہی محتاج کو دینا:

ایک شخص کا صدقہ فطر ایک محتاج کو دے دینا، یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی محتاجوں کو دے دینا دونوں صورتیں جائز ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ چند آدمیوں کا صدقہ فطر ایک ہی محتاج کو دے دیا جائے۔

روزے نہ رکھنے کی صورت میں بھی ادائیگی ہے:

اگر کسی بالغ مرد و عورت نے کسی وجہ سے روزے نہ رکھے تب بھی صدقہ فطر کا نصاب ہونے پر صدقہ فطر کی ادائیگی واجب ہے۔

متبادل جنس:

صدقہ فطر میں جو یا گیہوں یا کوئی اور متبادل جنس اور نقد قیمت بھی دی جاسکتی ہے بلکہ نقد قیمت کا دینا افضل ہے کہ اس کو ضرورت مند اپنی ہر طرح کی ضرورت کے لئے استعمال کرسکتا ہے۔ ☆☆☆

تقریب تکمیل قرآن و تقسیم انعامات

مدرسہ تعلیم القرآن ختم نبوت شاہ لطیف ٹاؤن

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے زیر اہتمام جامع مسجد اقصیٰ مرکز ختم نبوت ضلع ملیر میں عرصہ دس سال سے مدرسہ تعلیم القرآن ختم نبوت اپنی تعلیمی اور تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف عمل ہے۔ مدرسہ ہذا سے دو درجن سے زائد بچوں اور بچیوں نے حفظ قرآن کریم اور سینکڑوں بچوں اور بچیوں نے ناظرہ قرآن کریم مکمل کیا۔ ۱۴ مئی بروز اتوار کو مدرسہ کی سالانہ تقریب منعقد کی گئی جس کے مہمان خصوصی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ حضرت پیر حافظ ناصر الدین خاکوانی صاحب کے خلیفہ مجاز حضرت پیر سید امین الدین پاشا صاحب تھے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ مدرسہ ہذا کے طالب علم غلام رسول نے تلاوت کی اور ہدیہ نعت مدرسہ ہذا کے طالب علم ذبیح اللہ نے پیش کیا۔ پروگرام کی صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالماجد صاحب اور حافظ محمد اسرار صاحب نے کی، مہمان حضرات میں سے قاری محمد سلیم نے تلاوت کی اور ثناخواں حافظ محمد شاہ رخ اور حافظ محمود خاطر نے اپنا اپنا کلام پیش کیا۔ حضرت پیر سید امین الدین پاشا صاحب نے "خصوصیات امت محمدیہ اور فضیلت قرآن" پر آدھا گھنٹہ گفتگو کی اور مدرسہ سے حفظ اور ناظرہ مکمل کرنے والے بچوں اور ان کے والدین کو مبارکباد پیش کی، بیان کے بعد مدرسہ ہذا کے دو طلبا نے مدرسہ میں ہونے والی تعلیم اور تربیت سے متعلق مکالمہ پیش کیا اور مہمان خصوصی نے حفظ قرآن مکمل کرنے والے بچوں کی دستار بندی کی اور ان کے والدین کو مبارکباد اور دعاؤں سے نوازا۔ اس سال مدرسہ تعلیم القرآن ختم نبوت میں تین طلبا نے حفظ قرآن اور ۳۳ طلبا نے ناظرہ قرآن کریم مکمل کیا، ان تمام طلبا کو مہمان خصوصی کے ہاتھوں ادارے کی طرف سے دی جانے والی شیلڈ پیش کی گئی اور امتحانات میں پوزیشن حاصل کرنے والے ۶۰ بچوں کو خصوصی انعامات سے نوازا گیا۔ الحمد للہ! مدرسہ تعلیم القرآن ختم نبوت ضلع ملیر میں ایک کلاس شعبہ حفظ اور دو کلاسیں شعبہ ناظرہ اور دو کلاسیں شعبہ قاعدہ کی چل رہی ہیں، اسی طرح بنات میں ایک کلاس حفظ اور تین کلاسیں ناظرہ اور قاعدہ کی ہیں اور اسکول و کالج کی طالبات اور عام خواتین کے لئے دو سالہ دراسات کا کورس بھی کرایا جاتا ہے اور بزرگ خواتین کے لئے تجوید اور تفسیر کی کلاس کا اہتمام ہے۔ مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں اور بچیوں کی تعداد تقریباً ۴۰۰ سے زائد ہے۔ اللہ پاک ادارے کے منتظمین کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اہل علاقہ کی علمی اور عملی ترقی کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ فقط!

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

مفتی عبداللہ حسن زئی

شوال کے چھ روزوں کی احادیث مبارکہ میں بڑے فضائل منقول ہیں:

☆.....حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من صام رمضان ثم اتبعہ ستاً من شوال کان کصیام الدھر"

(رواہ مسلم و ابوداؤد و الترمذی والنسائی وابن ماجہ، الترغیب ص:۱۱۰ ج۲)

ترجمہ: "یعنی جس شخص نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ (یعنی پورے سال) کے روزے شمار ہوں گے۔"

"وعن ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من صام ستۃ ایام بعد الفطر کان تمام السنۃ، من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا۔"

(رواہ ابن ماجہ، الترغیب ص:۱۱۰)

ترجمہ: "حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص عیدالفطر کے بعد (یعنی عید کے دوسرے روز سے تا آخر ماہ) چھ دن کے روزے رکھے تو گویا یہ سال بھر کے روزوں کے برابر ثواب رکھتا ہے اور اللہ کے دربار میں ایک نیکی کا بدلہ دس کے برابر ہے۔"

جب قانون خداوندی یہ ٹھہرا کہ ایک نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے، اس لحاظ سے ماہ رمضان کا ثواب دس مہینوں کے برابر اور مزید چھ روزوں کا ثواب ساٹھ دن (یعنی دو ماہ) کے برابر ہے، چنانچہ مجموعی طور سے ان چھتیس روزوں کا ثواب سال بھر کے برابر ہو جاتا ہے۔

الترغیب والترہیب میں بحوالہ سنن نسائی وابن ماجہ منقول ہے:

"جعل اللہ الحسنۃ بعشر امثالھا، فشھر بعشرۃ اشھر، وصیام ستۃ ایام بعد الفطر تمام السنۃ...صیام شھر رمضان بعشرۃ اشھر، وصیام ستۃ ایام بشھرین فذلک صیام السنۃ۔"

کہ جب اللہ رب العزت کے ہاں ایک نیکی دس کے برابر ہے، تو ایک ماہ (یعنی ماہ رمضان) دس مہینوں کے برابر اور چھ دن ساٹھ دن کے برابر ہوئے، لہٰذا ان روزوں کا ثواب اس لحاظ سے سال بھر کے برابر ہوا۔ سبحان اللہ! حق تعالیٰ شانہ کا اپنے بندوں پر کس قدر احسان ہے کہ اتنی معمولی اور تھوڑی سی محنت پر اتنے بڑے اجر وثواب عنایت فرمادیتے ہیں، بلکہ ایک حدیث میں تو یہاں تک فرمایا گیا کہ جو شخص رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھے تو وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ پیدائش کے دن وہ گناہوں سے پاک صاف تھا، لہٰذا ان احادیث کے پیش نظر تمام فقہاء کرام نے ان روزوں کا رکھنا مستحب قرار دے دیا ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے: تنویر الابصار، درمختار، فتاویٰ شامی، بدائع وغیرہ۔

اس سلسلہ میں ایک اہم بات یہ ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ ان روزوں کا وقت عید کے دوسرے دن سے شروع ہو جاتا ہے اور تا آخر مہینہ رہتا ہے، حسب آسانی کوئی پے درپے یعنی تسلسل کے ساتھ رکھنا چاہے، یا متفرق طور پر ہر دونوں صورتوں کی اجازت ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نوراللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ:

"جب ان روزوں کا استحباب ثابت ہوگیا تو پھر چاہے مسلسل رکھے جائیں یا متفرق طور پر شروع مہینے میں ہو یا آخر میں سب کے لئے یکساں یہ فضیلت حاصل ہوگی، کیونکہ حدیث میں کوئی ایسی قید مذکور نہیں۔" (اوجز المسالک)

ان روزوں کی فضیلت جس طرح مرد حضرات کے لئے ثابت ہے، اسی طرح خواتین کے لئے بھی ان روزوں کا رکھنا باعث اجر وثواب ہے، ہمیں چاہئے کہ زندگی کے ان مختصر لمحات کو غنیمت سمجھ کر ان سے فائدہ اٹھائیں۔☆☆☆

عیدین اور رمضان کی تعیین میں شریعت کا ضابطہ

احادیث کی روشنی میں

مفتی زین الاسلام قاسمی

شریعت اسلام نے انسانی فطرت کا لحاظ کرتے ہوئے سال میں دودن خوشی ومسرت کے لئے تجویز کئے ہیں: لیکن یہ ایام دنیا کے عام تہواروں کی طرح محض رسمی تہوار نہیں: بلکہ انعامات خداوندی کی شکرگزاری کے ایام ہیں، اسلام نے ان کو عبادت کے ایام قرار دیا ہے، ان سے متعلق شریعت کی مستقل تعلیمات وہدایات ہیں، ان ایام کی ابتداء وانتہاء اور ان کو منانے کا طریقہ شریعت کی طرف سے متعین کردیا گیا ہے، یہ اللہ کا کتنا بڑا فضل وانعام ہے کہ اس نے خوشی کے لئے جن ایام کو منتخب فرمایا، اُس کو بھی ہمارے لئے عبادت بنادیا کہ ایک طرف انسان اپنی فطرت کے مطابق خوشی منائے اور دوسری طرف آخرت کے اجروثواب کو بھی حاصل کرے، اس سے اسلام کی جامعیت وشمولیت کے ساتھ ساتھ اس کا دینِ فطرت ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

لیکن کوئی بھی عبادت اُس وقت عبادت بنے گی: جب کہ اُس کو اس طریقے پر ادا کیا جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کے ذریعے بندوں کے لئے متعین فرمایا ہے۔ احکام واوامر کے جو اصول اور ضابطے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طے فرمائے ہیں، اُن کو تسلیم کرتے ہوئے ان پر عمل کرنا ہی اصل بندگی ہے، عبادات کا مدار عقلِ انسانی پر نہیں: بلکہ وحی الٰہی کے مطابق اطاعت وفرماں برداری پر ہے، اسی لئے شریعت نے بندے کو اس بات کا مکلف بھی نہیں بنایا ہے کہ وہ احکام خداوندی کو عقلی پیمانے پر جانچنے اور پرکھنے کی کوشش کرے، اس سے بندگی کی روح پر آنچ آتی ہے، حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی اپنے ہر حکم کی علل وحکمتوں سے واقف ہے، انسان کی ناقص عقل حکمِ الٰہی کی ساری حکمتوں کے ادراک سے قاصر ہے: چنانچہ فرض نمازوں کا پانچ کے عدد میں منحصر ہونا، روزہ کی ابتداء صبح صادق سے اور انتہا غروبِ آفتاب پر ہونا، فرض روزوں کے لئے بارہ مہینوں میں سے رمضان ہی کے مہینے کا متعین ہونا، وغیرہ وغیرہ احکام شرعیہ کے رازوں سے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات خوب واقف ہے۔

رمضان، عید اور بقرعید اسلام میں وہ عبادتیں ہیں جن کی ابتداء اور انتہاء کی تعیین کو شریعت اسلام نے چاند سے متعلق کیا ہے: لیکن چاند سے متعلق کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اس سلسلے میں شریعت کے قوانین وضابطے کیا ہیں؟ اس کو سمجھنا ضروری ہے: اس لئے کہ ان احکام کا چاند سے تعلق اُسی وقت معتبر ہوگا: جب کہ اس سلسلے میں شریعت کے مسلمہ اصول وضابطوں کو ملحوظ رکھا جائے، اس کے بغیر یہ عبادتیں عبادت کہلانے کی مستحق نہیں ہوں گی۔

افسوس کہ آج کل عبادتوں میں انسانی رایوں کی دخل اندازی کثرت سے ہونے لگی ہے، شریعت کا جو حکم بھی انسان کی ناقص عقل کے ناقص معیار پر نہ اتر سکے، اُس مسئلے میں بے جا تاویلات وتشریحات کی بھی جرأت ہونے لگی ہے، ترقی یافتہ شکلوں سے فائدہ اٹھانے کے نام پر اسلام کے مسلمہ اصول وضوابط بھی مجروح کئے جانے لگے۔ الامان والحفیظ۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نئی ایجادات سے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے، نہیں، ہرگز نہیں، نئی ایجادات بھی اللہ کی نعمتیں ہیں، ان سے وحشت وبیزاری نہ کوئی دین کا کام ہے، نہ عقل کا: البتہ ان چیزوں سے فائدہ اٹھانے میں شریعت کے حدود وقیود کو سامنے رکھنا ضروری ہے: چنانچہ اُس وقت تک ان سے استفادہ جائز ہوگا: جب تک کہ ان کی وجہ سے شریعت پر کوئی آنچ نہ آئے، نئی ایجادات کو شریعت کی روشنی میں پرکھا جائے گا، نہ کہ شریعت کو نئی ایجادات کی روشنی میں۔

بہر حال! چاند سے متعلق احکام شرعیہ کے حوالے سے پہلے چند مسلمہ ضابطے اور ان کی مختصر ضروری تشریحات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) شریعت اسلام نے جن معاملات کا مدار چاند ہونے پر رکھا ہے، اُس سے مراد چاند کا افق پر موجود ہونا نہیں: بلکہ اُس کا قابلِ رویت ہونا اور عام نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

چاند سے متعلق شریعت کے مسلمہ ضابطوں میں یہ ضابطہ بہت اہمیت کا حامل ہے، اگر اس ضابطہ کو صحیح طور پر سمجھ لیا جائے تو چاند سے متعلق کسی بھی حکمِ شرعی میں شک وشبہ کی کوئی نوبت ہی نہ آئے، چاند سے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں اس بات کو اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند ہونا کس کو قرار دیا اور نہ ہونا کس کو کہا؟ آیا چاند کا صرف افق پر موجود ہونا شرعی احکام میں کافی تسلیم کیا جائے گا یا عام انسانی آنکھوں سے دیکھنے پر

اس کے ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا؟ اس مسئلے میں ارشاداتِ نبوی ملاحظہ فرمائیں!

حدیث کی سب سے بڑی مستند کتاب جو اعتماد میں قرآن کے بعد دوسرا درجہ رکھتی ہے یعنی: صحیح بخاری میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لَاتَصُوْمُوا حَتّٰی تَرَوْہُ وَلَا تفطروا حَتّٰی تَرَوْہ فان غُمَّ عَلَیْکُمْ فاقدروا له ."

(بخاری:۱/۲۵۶)

روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور عید کے لئے افطار اس وقت تک نہ کرو، جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اگر چاند تم پر مستور ہو جائے تو حساب لگا لو (یعنی حساب سے تیس دن پورے کرلو)۔

اسی کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

"اَلشَّھْرُ تِسْعٌ وَّ عِشْرُوْنَ لَیْلَةً، فَلَا تَصُوْمُوا حَتّٰی تَرَوْہ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِیْنَ." (صحیح بخاری:۱/۲۵۶)

مہینہ (یقینی) انتیس راتوں کا ہے، اس لئے روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک (رمضان کا) چاند نہ دیکھ لو۔ پھر اگر تم پر چاند مستور ہو جائے تو (شعبان) کی تعداد تیس دن پورے کر کے رمضان سمجھو۔

یہ دونوں حدیثیں حدیث کی دوسری سب مستند کتابوں میں بھی موجود ہیں جن پر کسی محدث نے کلام نہیں کیا۔ اور دونوں میں روزہ رکھنے اور عید کرنے کا مدار چاند کی رویت پر رکھا ہے۔ لفظ "رویت" عربی زبان کا مشہور لفظ ہے جس کے معنی: "کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھنے کے ہیں" اس کے سوا اگر کسی دوسرے معنی میں لیا جائے تو حقیقت نہیں مجاز ہے؛ اس لئے حاصل اس ارشادِ نبوی کا یہ ہوا کہ تمام احکامِ شرعیہ جو چاند کے ہونے یا نہ ہونے سے متعلق ہیں، ان میں چاند کا ہونا یہ ہے کہ عام آنکھوں سے نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ مدارِ احکام چاند کا افق پر وجود نہیں؛ بلکہ رویت ہے۔ اگر چاند افق پر موجود ہو، مگر کسی وجہ سے قابلِ رویت نہ ہو تو احکامِ شرعیہ میں اس وجود کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

حدیث کے اس مفہوم کو اسی حدیث کے آخری جملہ نے اور زیادہ واضح کر دیا، جس میں یہ ارشاد ہے کہ اگر چاند تم سے مستور اور چھپا ہوا رہے یعنی: تمہاری آنکھیں اس کو نہ دیکھ سکیں تو پھر تم اس کے مکلف نہیں کہ ریاضی کے حسابات سے چاند کے وجود اور پیدائش معلوم کرو اور اس پر عمل کرو۔ یا آلاتِ رصدیہ اور دوربینوں کے ذریعہ اُس کا وجود دیکھو؛ بلکہ فرمایا:

"فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِیْنَ."

یعنی: اگر چاند تم پر مستور ہو جائے تو تیس دن پورے کر کے مہینہ ختم سمجھو۔

اس میں لفظ "غُمّ" خاص طور سے قابلِ نظر ہے۔ اس لفظ کے لغوی معنی عربی محاورہ کے اعتبار سے بحوالہ "قاموس وشرح قاموس" یہ ہیں:

"غُمَّ الْهِلَالُ عَلَی النَّاسِ غَمًّا اذا حَالَ دُوْنَ الْهِلَالِ غَیْمٌ رَقِیْقٌ و غَیْرہ فَلَمْ یُرَ." (تاج العروس شرح قاموس)

لفظ "غم الهلال علی الناس" اس وقت بولا جاتا ہے؛ جب کہ ہلال کے درمیان کوئی بادل یا دوسری چیز حائل ہو جائے اور چاند دیکھا نہ جا سکے۔

جس سے معلوم ہوا کہ چاند کا وجود خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم کر کے یہ حکم دیا ہے؛ کیونکہ مستور ہو جانے کے لئے موجود ہونا لازمی ہے، جو چیز موجود ہی نہیں اس کو معدوم کہا جاتا ہے، محاورات میں اس کو مستور نہیں بولتے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ چاند کے مستور ہو جانے کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی سبب پیش آ جائے۔ بہرحال جب نگاہوں سے مستور ہو گیا اور دیکھا نہ جاسکا تو حکمِ شرعی یہ ہے کہ روزہ وعید وغیرہ میں اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

(۲) قرآن وحدیث میں یہ بات منصوص اور قطعی ہے کہ کوئی مہینہ انتیس دن سے کم اور تیس دن سے زائد نہیں ہوتا، لہٰذا جن بلاد میں اتنا فاصلہ ہو کہ ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ معتبر ماننے کے نتیجے میں مہینے کے دن اٹھائیس رہ جائیں یا اکتیس ہو جائیں، وہاں اختلافِ مطالع کا اعتبار کیا جائے گا اور جہاں اتنا فاصلہ نہ ہو، وہاں اختلافِ مطالع غیر معتبر ہوگا۔

(۳) ہر جگہ کے لئے اسی جگہ کی رویت معتبر ہوگی۔

ترمذی شریف میں امام ترمذی نے مستقل ایک باب قائم کیا ہے "بَابُ مَا جَاءَ لِکُلِّ اَھْلِ بَلَدٍ رُؤْیَتُھُمْ" یعنی: ہر جگہ کے لئے اسی جگہ کی رویت معتبر ہوگی، پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے:

ابن عباسؓ کی والدہ ام الفضل نے کریب کو (جو حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ تھے) کسی ضرورت سے حضرت معاویہؓ کے پاس ملک شام بھیجا، کریب نے ام الفضل کا کام نمٹایا، ابھی وہ شام ہی میں تھے کہ رمضان کا چاند نظر آیا، چاند جمعہ کی رات میں نظر آیا تھا (اور انھوں نے پہلا روزہ جمعہ کو رکھا تھا) پھر وہ مہینہ کے آخر میں مدینہ آئے ابن عباسؓ نے دریافت کیا تم نے چاند کب دیکھا تھا؟ انھوں نے کہا ہم نے جمعہ کی رات چاند دیکھا تھا، ابن عباسؓ نے پوچھا کیا تم نے خود جمعہ کی رات میں چاند دیکھا تھا؟ (مسلم کی روایت میں ہے کہ: ہاں خود دیکھا تھا) لوگوں نے بھی دیکھا تھا، پس انہوں نے روزہ رکھا اور امیر معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا، ابن عباسؓ نے فرمایا: مگر ہم نے سنیچر کی رات میں چاند دیکھا ہے، پس ہم برابر روزے رکھتے رہیں گے؛ تا آنکہ ہم تیس دن پورے کریں یا چاند دیکھ لیں، کریب نے پوچھا: کیا

آپ کے لئے حضرت امیر معاویہؓ کا چاند دیکھنا اوران کا روزہ رکھنا کافی نہیں؟ ابن عباسؓ نے فرمایا:نہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ (تحفۃ الالمعی) آگے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا الْحَدِیْثِ عِنْدَ اَھْلِ الْعِلْمِ اَنَّ لِکُلِّ اَھْلِ بَلَدٍ رُؤْیَتَھُمْ یعنی: تمام اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ ہر جگہ کے لئے اسی جگہ کی رویت معتبر ہوگی۔ (ترمذی شریف ۱/۱۴۸)

ترمذی شریف کی دوسری حدیث میں ہے: اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اَلصَّوْمُ یَوْمَ تَصُوْمُوْنَ وَالْفِطْرُ یَوْمَ تُفْطِرُوْنَ وَالْاَضْحٰی یَوْمَ تُضَحُّوْنَ (ترمذی شریف ۱/۱۵۰) یعنی رمضان، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ جماعت اور سواد اعظم کے ساتھ ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں اس صورت کا حکم بھی معلوم ہوگیا کہ اگر کوئی شخص جدہ سے تیس رمضان کو سحری کھا کر ہندوستان آیا، یہاں انتیسواں روزہ تھا اور شام کو چاند نظر نہیں آیا؛ اس لئے اگلے دن لوگوں نے تیسواں روزہ رکھا؛ لیکن جدہ سے آنے والے کا اکتیسواں روزہ ہوجائے گا، پھر بھی اسے اس دن عید منانے کی اجازت نہیں؛ بلکہ عید اگلے دن مقامی سب مسلمانوں کے ساتھ منائے گا، یہ حکم مذکورہ حدیث سے ہی نکلا ہے۔

(۴) عام طور پر رویت ہلال کے معاملہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے شہادت کا معاملہ قرار دیا ہے؛ البتہ رمضان کے چاند میں خبر کو کافی سمجھا ہے بشرطیکہ خبر دینے والا ثقہ مسلمان ہو، ترمذی، ابوداود، نسائی وغیرہ میں ایک اعرابی اور ابوداود کی روایت میں حضرت ابن عمرؓ کے واقعہ سے ثابت ہے کہ صرف ایک ثقہ مسلمان کی خبر پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شروع کرنے اور روزہ رکھنے کا اعلان فرمادیا، نصاب شہادت کو ضروری نہیں سمجھا رمضان کے علاوہ دوسرے ہر چاند کی شہادت کے لئے نصاب شہادت اور اس کی تمام شرائط کو ضروری قرار دیا اور سب فقہاء امت کا اس پر اتفاق ہے، اور سنن دار قطنی میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال عید کے لئے دو آدمیوں سے کم کی شہادت کافی نہیں قرار دی۔

پھر شہادت کی ایک قسم تو یہ ہے کہ آدمی بچشم خود چاند دیکھنے کی گواہی دے، دوسری قسم یہ ہے کہ کسی شہادت پر شہادت دے، یہ ''شہادۃ علی الشہادۃ'' کہلاتی ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ گواہ اس بات کی گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی کے سامنے شہادت پیش ہوئی، قاضی نے اس کا اعتبار کر کے شہر میں رمضان یا عید کا اعلان کر دیا؛ یہ شہادت علی القضاء کہلاتی ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ جب کسی شہر میں عام طور پر چاند نظر نہ آئے تو چاند کے ثبوت کے لئے مذکورہ تین صورتیں شرعاً معتبر ہیں اور دوسرے شہر میں رویت ہلال کے ثبوت کے لئے کافی ہیں، (کبھی استفاضے کے ذریعے بھی رویت کا ثبوت ہوجاتا ہے، جس کی شرائط کتب فقہ میں مذکور ہیں؛ لیکن استفاضے کے ذریعے چاند کے ثبوت میں بھی یہ بات ضروری ہے کہ مہینے کا ۲۸ یا ۳۱ کا ہونا لازم نہ آئے) البتہ دور دراز ممالک سے اگر مذکورہ بالا طریقوں پر شہادت پہنچتی ہے، تو بعض فقہاء جن کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار ہوتا ہے، وہ اس شہادت کو قابل عمل قرار نہیں دیتے اور جن کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوتا ہے، ان کے نزدیک اس شہادت کے معتبر ہونے کے لئے مذکورہ نصوص کی روشنی میں ایک شرط یہ بھی ضروری ہوگی کہ اس شہادت کے قبول کر لینے سے مہینہ اٹھائیس یا اکتیس کا ہونا لازم نہ آئے، اگر ایسا ہوگا تو وہ شہادت معتبر نہ ہوگی۔

چاند سے متعلق مذکورہ بالا شرعی ضابطوں کی روشنی میں یہ بات بغیر کسی شک وتردد کے کہی جاسکتی ہے کہ پاکستان وہندوستان وغیرہ کے جو لوگ سعودیہ کے مطابق رمضان کے روزے اور عیدین کرتے ہیں ان کا عمل احادیث نبویہ کے صریح خلاف ہے، ان کو غور کرنا چاہئے کہ کیا وہ نمازیں بھی سعودی وقت کے مطابق ادا کرتے ہیں؟ شب قدر، عاشورہ کی تعیین بھی سعودی تاریخ سے کرتے ہیں؟ اگر وہ تمام شرعی اعمال میں سعودی تاریخ کا اعتبار کرتے ہیں، تو ان کا عمل شرعاً صحیح نہیں ہے اور اگر عید وبقرعید ہی میں ایسا کرتے ہیں، تو فرق کی وجہ کیا ہے؟

☆☆..............☆☆

شب قدر کی دعا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے بتایئے اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ کون سی رات شب قدر ہے تو میں اس رات اللہ سے کیا عرض کروں اور کیا دعا مانگوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عرض کرو: ''اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ'' (اے میرے اللہ! تو بہت معاف فرمانے والا ہے اور بڑا کرم فرما ہے اور معاف کر دینا تجھے پسند ہے پس تو میری خطائیں معاف فرما دے)۔ (ترمذی ۲/۱۹۱، ابن ماجہ ۲۸۲، مسند احمد ۶/۱۷۱)

من الظلمات الی النور

سکھ مذہب سے دینِ اسلام تک

قبولِ اسلام کی ایمان افروز روئیداد

چوتھی قسط

خالد محمود سابق یوئیل کندن

گھر چھوڑنے کا ارادہ:

چنانچہ میٹرک کا نتیجہ آنا تھا کہ چند دن بعد میں نے اپنے گھر سے ہجرت کے پروگرام کو عملی جامہ پہناتے ہوئے پہلا کام یہ کیا کہ ایک دن اتفاق سے جب شام کے وقت بجلی گئی ہوئی تھی، میں نے اپنے تین جوڑے کپڑے گھر سے اٹھائے اور ایک مسلمان دوست کے گھر رکھ آ گیا، پھر دو چار دن کے بعد میں نے گھر والوں سے کہا کہ میں گورنمنٹ کالج سرگودھا میں داخلہ لینا چاہتا ہوں اور یہ کہ مجھے فیس وغیرہ کا انتظام کر دیں، چنانچہ کالج کی فیس کے لئے گھر والوں نے رقم مہیا کر دی اور اس دوران میں نے ساتھ لے جانے کے لئے مختصر ضروری سامان کی خفیہ تیاری بھی کر لی تھی۔ لہٰذا مقررہ دن میں نے کالج میں داخلہ لینے کے حوالے سے مکمل طور پر گھر سے جانے کا ارادہ کر لیا تھا، اس دن صبح طلوع آفتاب سے ذرا پہلے الوداعی ملاقات کے لئے میں والد صاحب کے پاس کھیتوں میں چلا گیا اور ان کے پاس جا کر عرض کیا کہ آج میں جس مقصد کے لئے جا رہا ہوں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کامیابی عطا کرے اور یہ کہتے ہوئے ان کے قدموں کی طرف جھک گیا، اس سے قبل کہ میرے ہاتھ ان کے قدموں تک پہنچتے انہوں نے مجھے کندھوں سے پکڑتے ہوئے اوپر اٹھایا اور میرے سر اور کندھے پر دستِ شفقت پھیرتے اور دعائیں دیتے ہوئے رخصت کیا، میں والد صاحب سے مل کر وہاں سے گھریلو پالتو گائے بھینسوں اور بھیڑ بکریوں کے پاس چلا گیا جو اس وقت کھیتوں میں موجود تھے، ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم اللہ کی مخلوق ہو اور یہ کہ میں نے تم سے بار برداری اور دودھ حاصل کرنے جیسے فوائد حاصل کئے، لہٰذا تمہاری خدمت اور چارہ کھلانے اور پانی وغیرہ پلانے میں اگر مجھ سے کوئی کی کوتاہی ہوگئی ہو تو مجھے معاف کر دینا، کیونکہ اب میں جا رہا ہوں، اسی طرح کی دو چار اور باتیں کر کے وہاں سے گھر کی طرف چل پڑا، چلتے چلتے اب میں اپنی زمین اور کھیتوں کی آخری حد پر پہنچ کر کھڑا ہو گیا اور کھیتوں کی زمین اور اس میں موجود پھول و پھل دار درختوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے تم سے گندم، اناج اور طرح طرح کے پھل کھانے جیسے نعمتوں اور لذتوں بھرا نفع اٹھایا ہے اور یقیناً تمہارے بھی مجھ پر کچھ حقوق رہے ہوں گے اور ان حقوق کی ادائیگی میں مجھ سے کوئی کمی بیشی ہوئی ہو تو مجھ کو معاف کر دیں، یہاں سے فارغ ہو کر گھر پہنچا، والدہ صاحبہ اور بہن بھائیوں سے الوداعی ملاقات کا مرحلہ شروع ہوا، بہنوں سے الوداعی ملاقات کے دوران ان کو اپنی جیب خرچ سے تھوڑے تھوڑے پیسے دیئے والدہ صاحبہ سے بھی وہی عرض کیا جو والد صاحب سے ملاقات کے دوران گزارش کی تھی کہ جس مقصد کے لئے جا رہا ہوں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کامیاب کرے، نیز یہ کہ امی جان مجھے معاف کر دیں (والدین سے اپنی کامیابی کی دعا کی نیت یہی تھی کہ آج میں آپ لوگوں سے محض اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر جدا ہو رہا ہوں اور نہ جانے پھر زندگی میں کبھی ملاقات ہو یا نہ ہو، اس لئے جس دین پر آزادی کے ساتھ عمل پیرا ہونے کے لئے آپ لوگوں سے جدا ہو رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس پر مجھے کامیابی اور استقامت عطا فرمائے)۔

میرا کلامِ عاجزانہ:

انہوں نے دعائیں دیں اور بہت محبت کا اظہار فرمایا، اسی دوران میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ ہو سکتا ہے، کالج کے داخلہ سے فارغ ہو کر میں بڑے بھائی کے سسرال چلا جاؤں، کیونکہ بھائی کے سسرال سیالکوٹ میں رہتے تھے اور بھائی کے سسرال جانے کی بات اس لئے کی تھی کہ اگر رات کو میں واپس سرگودھا سے اپنے گاؤں نہیں آؤں گا تو گھر والے فوراً مجھے تلاش کرنا شروع نہ کر دیں، بہرکیف گھر اور خاندان کے دیگر افراد سے الوداعی ملاقات کر کے گھر سے باہر آ گیا، مگر پھر فوراً دوبارہ گھر میں داخل ہو کر والدہ صاحبہ کے قدم پکڑ لئے اور ان سے دعاؤں اور معافی کی درخواست کرنے لگا۔ والدہ صاحبہ نے بہت دعاؤں اور محبت کے ساتھ رخصت کیا، گھر سے باہر آ کر جس طرح پہلے میں گھر کے پالتو جانوروں، کھیت اور پھلدار درختوں اور زمین سے مخاطب ہوا تھا، یہاں بھی گھر سے باہر آ کر گھر سے مخاطب ہوا کہ دھوپ میں تو میرا سائبان رہا، سردیوں میں ٹھنڈ سے حفاظت کی، بارشوں میں اپنے اندر سمیٹے رکھا، اس لئے میری جانب سے تیرے حق میں کوئی حق تلفی ہوئی ہو تو معاف کر دینا کہ شاید اب تیرے اندر میری صبح اور

شام نہ ہو۔ گھر، خاندان، عزیز رشتہ داروں سے جدائی کا احساس اور اس احساس پر غالب اسلام کی عظمت کا جذبہ لئے میرے قدم اب اگلی منزل کے لئے رواں دواں تھے، یہاں تک کہ میں گاؤں کی اختتامیہ حدود پر پہنچ گیا اور یہاں پہنچ کر ایک بار پھر میں پورے گاؤں کے انسانوں، چرند، پرند، پھول، پودوں، درختوں اور زمین وآسمان سے مشترکہ طور پر معافی کا خواستگار ہوا اور پھر گاؤں دودہ (Dodah) سے بس میں سوار ہوکر شہر سرگودھا چلا آیا، پھر سرگودھا گورنمنٹ کالج پہنچ گیا، وہاں پروگرام کے مطابق فرسٹ ایئر شعبہ سائنس میں داخلہ کے فارم جمع کروائے اور یہاں سے فارغ ہونے کے بعد سرگودھا شہر میں موجود مطب بنام "رحمانیہ دواخانہ" آ گیا۔

مجسٹریٹ کے سامنے حاضری:

یہاں آنے کا پس منظر یہ ہے کہ ہمارے گاؤں دودہ میں ایک حکیم بنام جناب حبیب اللہ صاحب مطب کیا کرتے تھے، وہ بہت نیک دل اور دین دار آدمی تھے، وہیں گاؤں ہی میں ان سے علیک سلیک اور تعلق بنا، ان کو میں نے اپنے قبول اسلام کے متعلق بتا رکھا تھا، ان کے ایک رشتہ دار عطاء اللہ جو خود بھی حکیم تھے اور سرگودھا شہر میں رحمانیہ دواخانہ ان کا تھا، میں حسب پروگرام ان کے پاس چلا گیا، کیونکہ وہاں گاؤں میں میری حکیم حبیب اللہ صاحب سے یہ بات طے پا چکی تھی کہ جب میں اپنے قبول اسلام کے حوالے سے عام اعلان کا خواہشمند ہوا تو حکیم عطاء اللہ صاحب اس سلسلہ میں مجھے قانونی تحفظ اور مدد فراہم کریں گے، لہٰذا میں جب ان کے پاس پہنچا اور ان کو گھر اور گاؤں چھوڑنے کی ساری صورت حال بتائی اور یہ بھی عرض کیا کہ اب میں اپنے قبول اسلام کو مخفی رکھنا نہیں چاہتا اور یہ کہ اس حوالے سے قانونی تحفظ بھی چاہتا ہوں تو وہ فوراً مجھے اپنی کار میں بٹھا کر مجسٹریٹ عدالت لے گئے، اس وقت جن مجسٹریٹ کے سامنے حاضر ہوا وہ مجسٹریٹ جناب اعجاز بلوچ صاحب تھے، میرے قبول اسلام کے بارے میں جو چند سوالات انہوں نے کئے وہ کچھ یوں تھے کہ مجسٹریٹ صاحب نے پہلا سوال یہ کیا کہ: بیٹا! آپ کیسے مسلمان ہوئے؟ کیا آپ پر کسی کا دباؤ ہے؟ میں نے ان سے عرض کیا کہ نہ تو مجھ پر کسی مسلمان کا دباؤ ہے، نہ کوئی مجبوری، نہ کوئی ڈر نہ خوف بس اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا ہے۔ مجسٹریٹ صاحب نے میرے اس بیان کے بعد دوبارہ مجھ سے کہا کہ سوچ لو تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے ان سے عرض کیا کہ جناب میں مکمل طور پر برضا وخوشی اسلام کی طرف آیا ہوں اور اب اسی دین پر اپنا مرنا جینا چاہتا ہوں، مجسٹریٹ صاحب کی عدالت میں موجود مجسٹریٹ صاحب کے ریڈر میرے اور مجسٹریٹ صاحب کے سوال و جواب قلم بند کر رہے تھے۔

چائے پارٹی:

میرے اس مذکورہ بالا جواب کے بعد مجسٹریٹ صاحب نے میرے قلم بند بیان پر میرے دستخط لئے اور مجسٹریٹ صاحب نے مجھے گلے لگایا مبارکباد دی اور شفقت اور محبت سے اپنے پاس بٹھائے رکھا، لہٰذا تھوڑی دیر مجسٹریٹ صاحب کے پاس بیٹھ کر ان سے رخصت لے کر جب میں حکیم عطاء اللہ صاحب کے ساتھ کمرۂ عدالت سے باہر آیا تو وہاں موجود جج اور جج صاحبان اور وکلاء حضرات کو میرے اسلام کے حوالے سے علم ہو چکا تھا، انہوں نے اس خوشی کے موقع پر ایک مختصری چائے پارٹی کا اہتمام فرمایا اور میری بڑی حوصلہ افزائی کی۔ یہ پورا واقعہ ۱۹۸۹ء ماہ اگست میں پیش آیا۔

بہر حال مجسٹریٹ صاحب کے سامنے بیان اور جج صاحبان اور وکلا حضرات کی چائے پارٹی کے بعد میں حکیم عطاء اللہ صاحب کے ساتھ ان کے دوا خانہ آ گیا، حکیم صاحب کے دوا خانہ کے ساتھ ایک مہمان خانہ تھا، جہاں چند دن میرا قیام رہا، حکیم صاحب کے ہاں قیام کے دوران ہی مجسٹریٹ صاحب کے سامنے میرا بیان اور قبول اسلام کے بارے میں روزنامہ جنگ میں بھی آ چکا تھا، اس کے بعد حکیم عطاء اللہ صاحب کے ایک جاننے والے کی وساطت سے میں چند دن کے لئے لاہور منتقل ہو گیا، لاہور میں، میں نے جہاں قیام کیا تھا ارادہ تھا کہ ایک طویل عرصہ تک وہاں رہوں گا، لیکن وہاں کے ماحول سے میری طبیعت کو مناسبت نہ ہو سکی، جس کی وجہ سے میں چند دن وہاں قیام کر کے واپس حکیم عطاء اللہ صاحب کے پاس سرگودھا شہر چلا آیا، لاہور کے قیام کے دوران میں نے اپنے ایک دوست طاہر علی جو میرے گاؤں دودہ (Dodah) میں میرا ہم جماعت تھا کو میں نے ایک تفصیلی خط اس مقصد کے تحت لکھا کہ وہ میرے گھر، گاؤں چھوڑ آنے کے بعد میرے گھر والوں کے بارے میں تاثرات و حالات کے بارے میں مجھے بتائے اور یہ کہ اگر کسی موقع پر مجھے گھر آنا پڑا تو کیا میرا آنا وہاں مناسب ہوگا؟ لیکن اس خط کا جواب آنے سے قبل ہی میں لاہور سے سرگودھا واپس آ چکا تھا، گاؤں میں صورت حال یہ بنی ہوئی تھی کہ جب سے میں گھر چھوڑ کر آیا ہوا تھا۔ میرے والدین اور میرے رشتے دار گاؤں میں میرے مسلمان ہم راز اور قریبی دوستوں سے میرے بارے میں سختی سے باز پرس کر رہے تھے کہ تم لوگوں نے اس کو کہاں چھپا کر رکھا ہوا ہے، نیز یہ کہ اگر تم لوگوں نے ہمارے بچے کے بارے میں نہ بتایا تو ہم لوگ تم پر مقدمہ کر دیں گے۔

میری تلاش:

لہٰذا میرے دوست ڈاکٹر محمد یوسف صاحب

اور غلام شبیر ترکھان جو میرے گھر والوں کے زیر دباؤ تھے، یہ تقریباً ہر روز گاؤں میں آنے والی ڈاک میں میرا خط تلاش کرتے کہ شاید عبدالواحد نے ہم دوستوں میں سے کسی کے نام کوئی خط لکھا ہو۔ لہٰذا لاہور کے قیام کے دوران میرا لکھا ہوا خط جب گاؤں میں میرے دوستوں کو ملا تو وہ خط پڑھنے کے بعد لاہور میں میرے قیام کی طرف روانہ ہوگئے، لیکن میں کیونکہ لاہور سے سرگودھا آچکا تھا اور جن لوگوں کے پاس میرا قیام تھا، میں سرگودھا آنے سے قبل ان کو اپنا پتہ دے آیا تھا کہ سرگودھا کس مقام پر جارہا ہوں، لہٰذا خط پڑھنے والے وہ دوست جو لاہور مجھ سے ملنے آرہے تھے وہ جب لاہور پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے ان دوستوں کو میرے وہاں چلنے جانے کے بارے میں بتایا اور ان کو سرگودھا کا پتہ بھی دے دیا، لہٰذا وہ دوست لاہور سے سرگودھا کی طرف چل پڑے اور اگلے روز وہ سرگودھا میں میرے پاس پہنچ گئے، میل ملاقات کے بعد ان دوستوں نے میرے گھر والوں اور رشتے داروں کے تاثرات بتائے اور پھر وہیں میرے اور ان کے درمیان یہ مشورہ ہوا کہ اب اگلا قدم کیا اٹھایا جائے، لہٰذا طے یہ ہوا کہ مولانا عمر فاروق صاحب کو کوٹ مومن فون کیا جائے اور پھر وہ جو مشورہ یا حکم فرمائیں اس پر عمل کیا جائے۔

مسلمانوں کا دین:

چنانچہ میرے ان دوستوں میں موجود بھائی یامین صاحب نے مولانا عمر فاروق صاحب کو فون کرکے ساری صورت حال بتائی تو جواباً مولانا عمر فاروق صاحب نے بھائی محمد یامین صاحب سے کہا کہ آپ لوگ عبدالواحد کو میرے پاس لے کر آجائیں، میرے لئے سعادت کی بات ہے کہ میں ایسے مشکل وقت میں اس کی حتی الوسع خدمت کرسکوں، فون پر بات چیت کے بعد میں بھائی محمد یامین صاحب کے ساتھ کوٹ مومن مولانا عمر فاروق صاحبؒ کے پاس پہنچ گیا، مجھے اپنے گھر اور گاؤں کو چھوڑے ہوئے تقریباً پندرہ دن ہوچکے تھے اور اس دوران میری تلاش کے لئے میرے گھر والے اور عزیز رشتے دار جہاں جہاں میرے جانے کا امکان تھا، مجھے وہاں تلاش کرنے کے لئے آئے جس میں مولانا عمر فاروق صاحب کا گھر بھی شامل تھا، چنانچہ میری تلاش میں جب میرے گھر والے ان کے یہاں بھی گئے تو میرے گھر والوں نے ان پر بہت دباؤ ڈالا کہ بتاؤ ہمارا بچہ کہاں ہے؟ اور ہمیں یقین ہے کہ ہمارا بچہ تمہارے ہی پاس ہے کیونکہ ہمارے خاندان میں تم ہی پہلے شخص تھے جس نے مسلمانوں کا دین قبول کیا، اس لئے اپنے اس بچے کے بارے میں بھی ہمیں پورا یقین ہے کہ وہ تمہارے پاس ہے، مولانا عمر فاروق صاحبؒ میرے گھر والوں کو بار بار یقین دلاتے رہے کہ سندر داس (عبدالواحد) میرے پاس نہیں ہے، ہاں اگر وہ میرے پاس آیا یا اس نے مجھ سے کوئی رابطہ کیا تو آپ لوگوں سے میرا یہ وعدہ ہے کہ سب سے پہلے آپ لوگوں کو اس کی اطلاع کروں گا یا اس سے آپ کی ملاقات کراؤں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مولانا عمر فاروق صاحبؒ کی بات کی لاج رکھی اور جب میں مولانا کے پاس پہنچ گیا تو انہوں نے اسی وقت (یعنی جس وقت میں مولانا صاحب کے پہنچا وہ قریب مغرب کا وقت تھا) میرے گھر والوں کو ایک قابل اعتماد آدمی کے ذریعے اطلاع پہنچادی کہ تمہارا بچہ (عبدالواحد) سندر داس آج ہی میرے پاس پہنچا ہے، لہٰذا آپ لوگوں کو ملنے کے لئے آنا ہے تو جب چاہیں آجائیں میرے دل اور گھر کے دروازے آپ لوگوں کے لئے ہر وقت کھلے ہیں، میرے گھر یہ اطلاع پہنچ گئی تو اگلی صبح میرے والد نے میرے چچا چوہدری رام صاحب کو کوٹ مومن بھیج دیا، وہ تشریف لائے تو ایک جذباتی کیفیت کے ساتھ ان سے ملاقات ہوئی، انہوں نے یوں میرے گھر چھوڑ آنے پر جو کہنا تھا کہا، اسی نوعیت کی کچھ اور باتیں ہوئیں، گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کی ملاقات کے بعد چچا جب جانے لگے تو کہنے لگے: تمہارے والد نے کہا کہ اس کو (سندر داس) لیتے آنا۔ اس پر میں نے چچا سے عرض کیا کہ چچا صاحب آنا دو طرح کا ہے، ایک تو یہ ہے کہ میں آپ لوگوں اور والدین سے جاکر ملوں اور ارادہ ہے کہ ملوں گا بھی اور اس میں کوئی حرج بظاہر نظر نہیں آتا اور ایک آنا یہ ہے کہ میں دین اسلام کو معاذ اللہ چھوڑ دوں اور واپس سکھ مذہب اختیار کرکے سابقہ معمول کے مطابق زندگی گزاروں، لہٰذا آپ میرے کون سے آنے کی بات کرتے ہیں؟ اس پر انہوں نے کہا کہ ہاں ہماری یہی خواہش ہے کہ تم واپس سکھ مذہب میں آجاؤ اور ہمارے ساتھ زندگی گزارو، اس پر میں نے چچا صاحب سے جواباً عرض کیا کہ چچا صاحب اگر مجھے واپس اپنے مذہب میں ہی جانا ہوتا تو میں اتنا بڑا قدم کیوں اٹھاتا؟ چچا صاحب نے جب میرا یہ جواب سنا تو وہ کافی پریشان ہوئے اور جذباتی کیفیت میں ان کی آنکھوں سے آنسو آگئے اور اسی کیفیت کو لے کر وہ بغیر کچھ کہے چلے گئے، چچا صاحب نے گاؤں جاکر میرے گھر والوں اور والد صاحب کو ساری صورت حال بتائی اور اگلے دن والد صاحب بھی مجھے ملنے کے لئے تشریف لے آئے، والد صاحب سے بھی ملاقات ایسے جذبات و کیفیت میں ہوئی کہ جیسے ہم باپ بیٹا صدیوں بعد مل رہے ہوں، مولانا عمر فاروق صاحب نے بھی والد صاحب سے ملاقات فرمائی، والد صاحب نے مجھ سے گفتگو کی ابتدا ان الفاظ سے کی کہ تمہارے چچا نے کل کی باتیں مجھے بتائی ہیں اور ساتھ ہی تمہارے چچا نے یہ بھی کہا کہ میرے کہنے سے تو آپ کا بیٹا سندر داس (عبدالواحد) نہیں آیا، آپ

جا کر دیکھ لیں شاید کہ وہ آپ کی بات مان لے اور پھر اگلی بات والد صاحب کی طرف سے یہ تھی کہ سندر داس (عبدالواحد) تم تو ہمیں یعنی مجھے اور اپنے چچا چوہدری رام کو بہت تسلیاں دیا کرتے تھے کہ آپ لوگ فکر نہ کریں میں مسلمان نہیں ہوں گا اور اب یہ تم نے کیا کیا؟ کہ پورے گاؤں میں تم نے ہماری ناک کٹوادی ہے اور ہماری بہت بے عزتی ہوئی ہے، لہٰذا بحیثیت باپ میں تم کو لینے آیا ہوں، والد صاحب کی پوری بات اطمینان کے ساتھ سن کر میں نے وہی جواب والد صاحب کے گوش گزار کردیا جو اس سے ایک دن قبل چچا صاحب کو دے چکا تھا۔

میرا جواب سن کر والد صاحب کی کیفیت و جذبات بھی تقریباً وہی تھے، جو اس سے قبل چچا صاحب کے ہوچکے تھے، بہرحال جب والد صاحب نے یہ دیکھا کہ یہ کسی طور واپس جانے کو تیار نہیں ہوتا تو آخر میں کہنے لگے کہ ٹھیک ہے بیٹا! جیسے تمہاری مرضی اور کوشش کرنا کہ تمہارا آئندہ مستقبل اچھا رہے، اس کے بعد والد صاحب رخصت ہونے لگے تو میں بھی ان کے ساتھ ہولیا اور ان کو بس اڈے تک الوداع کیا۔

والد صاحب کے جانے کے تقریباً تین دن بعد محترمہ والدہ صاحبہ، بڑے بھائی صاحب، چچا زاد بھائی اور میرا سب سے چھوٹا بھائی بھی کوٹ مومن، مولانا عمر فاروق صاحبؒ کے گھر ملنے کے لئے تشریف لائے، والد صاحب کے جانے کے بعد میں نے کوٹ مومن میں ایک مدرسہ انوار مدینہ میں قرآن شریف کی تعلیم لینا شروع کردی تھی اور جب تیسرے دن والدہ صاحبہ میرے دو بھائیوں اور ایک چچا زاد بھائی کے ساتھ مولانا عمر فاروق صاحبؒ کے گھر مجھ سے ملنے آئے تھے تو اس وقت بھی میں مذکورہ مدرسے میں قرآن مجید فرقان حمید پڑھنے کے لئے گیا ہوا تھا۔ ایک لڑکے کے ذریعے مجھے مدرسے میں اطلاع کروائی گئی کہ میری والدہ صاحبہ دو بھائی اور چچا زاد بھائی مجھ سے ملنے کے لئے آئے ہوئے ہیں، لہٰذا مدرسے سے فوراً گھر گیا اور والدہ صاحبہ بھائیوں اور چچا زاد بھائی سے ملاقات ہوئی، محترمہ والدہ صاحبہ جو پہلے ہی میرے گھر چھوڑنے اور باوجود چچا اور والد صاحب کے اصرار کے میرے گھر نہ آنے پر مزید پریشان تھیں، مجھے دیکھ کر رونے لگی اور رونے کے ساتھ ساتھ مجھے کہتی جاتیں کہ اس مسلمان ہونے سے بہتر تھا کہ تو مرجاتا تاکہ ہماری بے عزتی تو نہ ہوتی اور یہ کہ اس سے تو یہ اچھا تھا کہ کھیتوں میں کام کرتے وقت تجھے کوئی سانپ کاٹ لیتا اور تو مرجاتا، اس پر میں نے جواباً والدہ صاحبہ سے عرض کیا کہ امی جان! اگر مجھے کوئی سانپ کاٹ جاتا اور میں مرجاتا تو ایسا ہونے سے یہ بہتر نہیں کہ میں اس وقت زندہ سلامت آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔ بہرحال میرے اس جواب پر والدہ صاحبہ نے مزید کوئی بات نہیں کی اور ایک ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھنے کے بعد والدہ صاحبہ اور بھائی واپس گاؤں چلے گئے، مجھے دوبارہ گاؤں یا اپنے دین پر لانے کے حوالے سے یوں سمجھ لیجئے کہ میرے گھر سے یہ آخری ملاقات تھی، اس کے بعد کوٹ مومن میں رہتے ہوئے گاہے بگاہے بھائیوں سے ملاقات ہوتی رہتی تھی اور انہی ملاقاتوں کو بنیاد بناتے ہوئے ایک دن میرے بڑے بھائی شادی لال صاحب ایک مسلمان دوست سعید بھائی کے ساتھ کوٹ مومن مجھے ملنے کے لئے تشریف لائے اور کہنے لگے دیکھو تم کو گھر سے نکلے ہوئے تقریباً دس بارہ ماہ ہوگئے ہیں، اب ہم بھائی تم سے کہیں نہ کہیں تو مل ہی لیتے ہیں، مگر بہنوں نے تمہارا کیا قصور کیا ہے، ان کا بھی دل چاہتا ہے کہ تم سے ملاقات کریں، لہٰذا میں تم کو لینے کے لئے آیا ہوں تاکہ تم سے تمہاری بہنیں بھی ملاقات کرسکیں، اس مجلس میں حضرت مولانا عمر فاروق صاحب بھی موجود تھے لہٰذا بھائی کی اس بات کے بعد جب میں نے مولانا صاحب کی طرف مشورہ طلب نظروں سے دیکھا بلکہ زبانی طور پر بھی بھائی سے عرض کیا کہ: مولانا عمر فاروق صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، آپ ان سے معلوم کرلیں جو ان کی رائے اور مشورہ ہوگا، اس پر عمل کروں گا۔ میری یہ بات سن کر مولانا عمر فاروق صاحبؒ کافی دیر تک سوچ میں بیٹھے رہے اور پھر مجھے اور میرے بھائی کو مخاطب کرکے فرمانے لگے کہ چند اور ساتھیوں سے اس کے بارے میں مشورہ کرلیتے ہیں، لہٰذا انہوں نے سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے چند عزیز دوستوں کے گھر پیغام بھیج کر ان کو بلایا اور پھر مسجد میں بیٹھ کر ان حضرات نے مشورہ کیا کہ ٹھیک ہے عبدالواحد کو ان کے بڑے بھائی کے ساتھ اس مقصد کے تحت بھیج دیتے ہیں کہ وہ وہاں بہنوں سے مل آئے اور یہاں سے عبدالواحد کے ساتھ ایک صاحب خالد فاروق صاحب کو بھیج دیتے ہیں تاکہ یہ ایک دن وہاں رہ کر گھر اور خاندان والوں سے مل کر انہی کے ساتھ واپس کوٹ مومن آجائیں، بھائی شادی لال مجھے لینے شام کو کوٹ مومن پہنچے تھے اور مجھے ان کے ساتھ بھیجنے یا نہ بھیجنے کے سلسلہ میں مشورہ کرتے کراتے رات ہوگئی تھی، لہٰذا رات کو میں تیار ہوکر بھائی شادی لال اور ان کے ساتھ آئے ہوئے بھائی سعید صاحب اور بھائی خالد فاروق صاحب جن کے ساتھ میرا جانا طے پایا تھا، ہم چار نفری جماعت گاؤں دودہ (Dodah) کے لئے روانہ ہوئے، مجھے گھر چھوڑے ہوئے تقریباً دس ماہ ہوچلے تھے اور اس عرصہ میں یہ پہلا موقع تھا کہ میں آج ان حضرات کے ساتھ ایک عرصہ کے بعد چند گھنٹوں کے لئے واپس گھر جارہا تھا، یعنی اس گھر جس کو کچھ عرصہ قبل بڑی دل گرفتگی کے ساتھ چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

(جاری ہے)

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے، عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے، اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں پسندیدگی کی سند لینے لگی جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا فضل محمد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص، صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اور ان کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔ چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بناپر طویل ہوگیا تو انہوں نے اس کا نام ''معتمد اور غیر معتمد تفاسیر'' رکھ کر اسے کتابی شکل میں شائع کردیا۔ افادہ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ ''ختم نبوت'' میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

(۱۵) حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

انکار خدا اور فراہی صاحب

امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ مولانا فراہی سے سوال کیا کہ آپ پر کوئی دور بے قیدی اور آزادی کا بھی گذرا ہے؟ فرمایا: نہیں، پھر فرمایا کہ جس زمانہ میں، میں علی گڑھ میں پڑھتا تھا اس زمانہ میں ایک مرتبہ میرے ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہوا تھا کہ خدا ہے یا نہیں؟

فرماتے تھے کہ اس سوال پر کوئی دو گھنٹے تک میں برابر غور کرتا رہا، بالآخر میں یہ فیصلہ کر کے اٹھا کہ خدا ضرور ہے، اس کے بعد پھر مجھے اس سوال نے کبھی پریشان نہیں کیا۔ (تفسیر نظام القرآن، ص:۲۲)

تبصرہ:

مندرجہ بالا عبارات اور تفصیلات جناب امین احسن اصلاحی نے جناب حمید الدین فراہی کے متعلق ان کی تفسیر نظام القرآن کے مقدمہ میں لکھی ہیں، اس کے نقل کرنے کا میرا مقصد یہ ہے کہ دیکھنے اور پڑھنے والا واضح طور پر سمجھ لے کہ جناب فراہی کون تھے؟ کن کن غیر مسلموں سے اس نے پڑھا ہے؟ اور کن کن غیر مسلموں کو انہوں نے پڑھایا ہے؟ علی گڑھ کے آزاد ماحول میں وہ سرسید کے کس طرح قریب تھے اور وہ سرسید کے لیے کتنا منظور نظر تھے؟ فراہی صاحب نے علماء سے کس طرح کنارہ کشی اختیار کی تھی اور غیر مسلموں کی کس طرح خدمت کی تھی؟ پھر وہ مفسرین کے بارے میں کس نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور احادیث کے بارے میں کس طرح کمزور عقیدہ رکھتے ہیں؟ حتی کہ انکار خدا کی خطرناک بحث میں جا پڑتے ہیں۔ یہ تو فراہی کے شاگرد خاص امین احسن اصلاحی صاحب کے مقدمہ تفسیر نظام القرآن سے چند عبارات تھیں، آگے خود حمید الدین فراہی صاحب نے اپنی تفسیر نظام القرآن کے لیے ایک لمبا مقدمہ لکھا ہے جو سولہ دفعات اور عنوانات پر مشتمل ہے، میں ان میں سے چند عبارات قارئین کے سامنے پیش کرتا ہوں تاکہ فراہی صاحب کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔

فراہی صاحب نے قرآن کی کوئی مستقل مسلسل تفسیر نہیں لکھی ہے بلکہ

سورۃ الفاتحہ، سورۃ الذاریٰت، سورۃ التحریم، سورۃ القیامہ، سورۃ المرسلات، سورۃ عبس، سورۃ الشمس، سورۃ التین، سورۃ العصر، سورۃ الفیل، سورۃ الکوثر، سورۃ الکافرون، سورۃ الاخلاص۔

چند سورتوں کی تفسیر لکھی ہے اور اس میں جگہ جگہ راہ حق سے ہٹ کر اپنا نیا راستہ اختیار کیا ہے، وہی غلط راستہ اس کے شاگرد امین احسن اصلاحی اور پھر جاوید احمد غامدی نے اختیار کیا ہے، میں چونکہ جاوید احمد غامدی کی لکھی ہوئی تفسیر ''البیان'' میں ان کی غلط روش کو واضح کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا اگر کوئی غلطی ان تینوں اشخاص کی مشترکہ غلطی ہوگی تو میں ان دو اشخاص کی غلطی کی نشاندہی بھی کروں گا۔ اب سردست علامہ فراہی کی تفسیر نظام القرآن کی ابتدا میں ان کے اپنے مقدمے میں جو قابل گرفت اصول ہیں وہ قارئین کے سامنے رکھنا چاہوں گا۔ آگے بڑھنے سے پہلے یہ عرض کروں کہ جناب حمید الدین فراہی صاحب سے متعلق اگر میں کچھ لکھتا ہوں تو وہ ان کے اپنے مضامین اور تفسیری تشریحات کی بنیاد پر لکھتا ہوں یا ان کے خاص شاگرد امین احسن اصلاحی صاحب کی تفصیلات کی بنیاد پر لکھتا ہوں، میرے زمانے سے فراہی صاحب کا زمانہ بہت قدیم ہے، میں ذاتی طور پر ان کی ذات کے متعلق کچھ بھی نہیں لکھ سکتا ہوں، البتہ میرے سامنے ان کی تفسیر نظام القرآن ہے، وہ اردو میں ہے اور اردو بھی آسان ہے، اس کا لکھا ہوا نظریہ میں نقل کرتا ہوں اور اس پر تبصرہ کرتا ہوں، اس پر کسی کو شکوہ نہیں ہونا چاہئے، یہ دین اسلام ہے اس میں غلطی کرنے والے کی غلطی پر گرفت کرنا اسلام کی تعلیمات میں سے ہے، گونگا شیطان بننے سے بچنے کے لیے میں مجبور ہوں کہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اور واضح طور پر وہ غلط ہے اس کا اظہار کروں۔ باقی حمید الدین

صاحب پر کس نے کفر کا فتویٰ لگایا اور کس نے رجوع کیا اور کس نے ان کا تزکیہ کیا؟ اس سے میرا کوئی سروکار نہیں ہے۔

علامہ فراہی کا مقدمہ قرآن

فراہی صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق وعنایت سے میں نے اپنی تفسیر نظام القرآن میں اس بات کی کوشش کی ہے کہ آیات قرآن کے باہمی تعلق کو واضح کروں اور قرآن مجید کی ایک ایسی سادہ وصاف تفسیر لکھوں جو ان تمام اختلافات سے بالکل پاک ہو جو ہمارے اندر عہد نبوت کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ میں پورے اطمینان قلب کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ نظم (ربط) کی تلاش میں، میں نے کسی شخص کی پیروی نہیں کی ہے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی بخشی بصیرت میری رہنما رہی ہے۔ (مقدمہ تفسیر نظام القرآن، ص:۳۱)

مولانا فراہی عام مفسرین سے الگ انداز اختیار کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"بعض علماء نے اپنی کتابوں کی بنا روایات پر رکھی ہے مثلاً ابن جریر طبری، ان کی تفسیر کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ اس کے مثل کوئی اور تفسیر نہیں لکھی گئی، لیکن اس میں اکثر حدیثیں ضعیف ہیں، مرفوع احادیث کا حصہ اس میں بہت تھوڑا ہے۔ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ صحیح احادیث اور قرآن میں کوئی تعارض نہیں ہے، تاہم میں روایات کو بطور اصل نہیں بلکہ بطور تائید کے پیش کیا کرتا ہوں۔ پہلے ایک آیت کی تفسیر، میں اس کے ہم معنی دوسری آیات سے کرتا ہوں۔ اس کے بعد حبذا اس سے متعلق صحیح احادیث کا ذکر کرتا ہوں۔"

(مقدمہ تفسیر نظام القرآن، ص:۴۰)

تفسیر کے خبری مآخذ

اس عنوان کے تحت علامہ فراہی لکھتے ہیں کہ بعض مآخذ اصل واساس کی حیثیت رکھتے ہیں اور بعض فرع کی۔ اصل واساس کی حیثیت تو صرف قرآن کو حاصل ہے، اس کے سوا کسی چیز کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہے، باقی فرع کی حیثیت سے تین چیزیں ہیں:

(۱) احادیث۔

(۲) قوموں کے ثابت شدہ اور متفق علیہ حالات۔

(۳) گزشتہ انبیاء کے صحیفے جو محفوظ ہیں۔

اگر احادیث، تاریخ اور قدیم صحیفوں میں ظن اور شبہ کو دخل نہ ہوتا تو ہم ان کو فرع کے درجہ میں نہ رکھتے، بلکہ سب کی حیثیت اصل کی قرار پاتی اور سب بلا اختلاف ایک دوسرے کی تائید کرتے۔ پس جو شخص قرآن مجید کو سمجھنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ روایات کے ذخیرہ میں سے ان روایات کو نہ لے جو اصل کو ڈھانے والی ہوں۔ اور سب سے زیادہ تعجب ان لوگوں پر ہے جو ایسی روایتیں تک قبول کر لیتے ہیں جو نصوص قرآن کی تکذیب کرتی ہیں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جھوٹ بولنے کی روایت، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف وحی قرآن پڑھ دینے کی روایت۔ اس طرح کی روایات کے بارے میں ہم کو نہایت محتاط رہنا چاہیے۔ صرف وہ روایتیں قبول کرنی چاہئے جو قرآن کی تصدیق وتائید کریں، مثلاً جو آثار حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہیں وہ بالعموم نظم قرآن سے بہت قریب ہیں۔ پس اس طرح کی روایات کی طرف ہم ضمناً اشارہ کریں گے۔

اسی طرح اہل کتاب کی جو روایات ہمارے ہاں پھیلی ہوئی ہیں ان کے مقابل میں خود اہل کتاب کی تاریخ قابل ترجیح ہے۔

(مقدمہ تفسیر نظام القرآن، ص:۴۴)

علامہ فراہی کے نزدیک معروف ومنکر کا تصور

علامہ فراہی کے نزدیک معروف ومنکر کا تصور عام علمائے اسلام کے برعکس ہے، وہ لکھتے ہیں "معروف وہ ہے جس کو عرب نے معروف مانا ہو اور منکر وہ ہے جس کو انہوں نے منکر قرار دیا ہو۔ عرب زمانہ جاہلیت میں ایسے جنگلی نہیں تھے کہ خیر وشر میں ان کو کوئی امتیاز ہی نہ ہو۔ یونانیوں اور ہندوستانیوں کے روشن ترین دور میں ان قوموں کے ادب کا جو حال تھا، اہل عرب کا ادب اخلاق اعتبار سے ان سے بھی بدرجہا اونچا تھا۔ جن لوگوں نے ان کی تاریخ بگاڑی ہے اگر ان کی مہملات سے قطع نظر کر کے تم ان کے کلام پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ ان کا اخلاقی معیار کتنا بلند تھا۔ (مقدمہ تفسیر نظام القرآن)

تبصرہ

میں نے حمید الدین فراہی صاحب سے متعلق امین احسن اصلاحی کے لیے مقدمے سے اور اسی طرح خود حمید الدین فراہی کے لیے مقدمے سے چند عبارات قارئین کے سامنے پیش کی ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ لوگ حمید الدین فراہی کی اصلی حقیقت کو پہچان لیں۔ جو لوگ ان کو ایک معصوم امام کے درجہ میں مانتے ہیں وہ اس حقیقت کو پالیں کہ حمید الدین فراہی صاحب کی حقیقت کیا ہے اور اس نے اپنے پیروکاروں کو کیا نظریہ دیا ہے۔ میں خود اقرار کرتا ہوں کہ حمید الدین فراہی صاحب بہت پرانے علماء میں سے ہیں اور ایک گہرے عالم ہیں لیکن جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اور مسلمانوں کے سامنے پیش کیا ہے میں اس کے ساتھ کیا کروں؟ کیا اس کو چھپاؤں؟ یا ظاہر کروں؟ اگر ظاہر کروں تو ان کے مداحین اور بہت سارے خوش فہمی میں مبتلا بے خبر لوگ مجھے برا کہیں گے اور اگر ان کے نظریات کو چھپاؤں تو قیامت میں خدا کو کیا جواب دوں گا؟ علماء اگر خاموش رہیں گے تو عوام تو تباہ ہو جائیں گے۔

بس آپ خود دیکھ لیں کہ فراہی صاحب کن

خطرناک راستوں سے گزرے ہیں انہوں نے علی گڑھ میں ایسے استادوں سے پڑھا جن میں یہودی بھی ان کے استاد رہے، پھر اسی ادارہ میں انہوں نے کئی یہودی طلبہ کو پڑھایا، سرسید احمد خان سے ان کے گہرے تعلقات تھے بلکہ یہ ان کے منظور نظر تھے، پھر لارڈ کرزن کے ساتھ ان کے طویل اسفار اور رفاقت نظر انداز کرنے والی چیزیں نہیں ہیں۔ ایک لمحہ کے لیے ان تمام خطرناک چیزوں کو چھوڑ دیجئے، صرف فراہی صاحب کی تحریرات کو دیکھ لیجئے، اور فیصلہ کیجئے کہ وہ کس رُخ پر جارہے ہیں؟ آئندہ ان کی تحریرات آرہی ہیں۔ امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے ان کو منکر حدیث قرار دیا تھا، پھر ان پر ایک دور ایسا آیا کہ وہ انکار خدا پر اتر آئے، میں نہیں کہتا ہوں کہ یہ ان کا دائمی عقیدہ بنا تھا، لیکن اگر وہ امام معصوم تھے تو اتنی پستی میں کیوں چلے گئے کہ انکار خدا کر بیٹھے؟ پھر یہ بھی دیکھئے کہ وہ تمام مفسرین کے طرز تفسیر کو فرسودہ قرار دیتے ہیں، اور صحیح احادیث کا انکار کر جاتے ہیں، مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں جو تین کذبات کا ذکر ہے بخاری اور مسلم نے اس روایت کو صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے، فراہی صاحب بطور مثال اس کو حقارت کے ساتھ ٹھکراتے ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھ لیجئے کہ فراہی صاحب احادیث کو تفسیر قرآن کے لیے فرع کا درجہ دیتے ہیں اور قوموں کے ثابت شدہ حالات اور گزشتہ یہود ونصاریٰ کی مشکوک روایات احادیث کے برابر لا کر رکھتے ہیں۔ حالانکہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن عظیم کی تفسیر کے لیے سب سے مقدم چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مقدسہ ہیں۔ قوموں کے حالات اور سابقہ کتابوں اور صحائف کو تو کسی نے تفسیر قرآن کے لیے ذریعہ نہیں کہا ہے، یہ تو مجمل، مہمل اور مشکوک اشیاء ہیں، جس کو تفسیر کے قریب نہیں لایا جاسکتا ہے۔

پھر فراہی صاحب نے معروف اور منکر کے تعارف کے لیے شریعت کے بجائے عرب قوم کو معیار بنایا ہے حالانکہ امت اس پر متفق ہے کہ معروف وہی چیز ہے جس کو شریعت محمدیہ نے معروف کہا ہے اور منکر وہی ہے جس کو شریعت نے منکر جانا ہے۔ گزشتہ اوراق میں بھی ساری چیزیں میں نے قارئین کے سامنے رکھ دی ہیں۔ فراہی صاحب نے قرآن کو قرآن کے لیے تفسیر قرار دیا ہے، تو ادبا عرض ہے کہ ہر عالم اور طالب علم فراہی صاحب کی تفسیر نظام القرآن کو پڑھے تو ان کو صاف معلوم ہوجائے گا کہ فراہی صاحب نے کوئی تفسیر پیش نہیں کی ہے، بلکہ ایک آیت سے متعلق اس کے مشابہ دیگر آیات کو اکٹھا کیا ہے۔ آپ کا طرز یہ ہے کہ آپ پہلے ایک مضمون بناتے ہیں اور پھر اس مضمون کی تائید کے لیے آیات ڈھونڈ کر لاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن کی قرآن کے ذریعہ سے تفسیر ہے۔

مثال کے طور پر تفسیر نظام القرآن کی ابتداء میں فراہی صاحب نے ”بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم“ کی تفسیر لکھی ہے، اس میں فراہی صاحب نے فاتحہ کے ساتھ ”بسم اللّٰہ“ کا ربط بتایا ہے، اور پھر کسی نہ کسی مناسبت سے چھوٹی بڑی سترہ آیات کا بطور تفسیر ذکر فرمایا ہے اور سابقہ صحیفوں میں سے چھ عبارات پیش فرما کر دس صفحات پر مشتمل بسم اللہ کی تفسیر مکمل فرمائی ہے جس کے پڑھنے سے معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ تفسیر ہے یا کیا ہے؟ پوری بحث میں احادیث میں سے کوئی حدیث پیش نہیں کی ہے، نہ کسی صحابی کا قول اور نہ کسی تابعی کا قول ذکر کیا ہے، نہ کسی مفسر کا نام لیا ہے اور نہ کسی تفسیر کا حوالہ دیا ہے۔ یہ ان کی تفسیر کا نقشہ ہے اور اس میں اگر مختلف مقامات میں راہ راست سے ہٹ کر موٹی موٹی غلطیاں بھی کریں تو پھر سر پیٹنے کے سوا کیا ہوگا؟ اب ظاہر ہے کہ اس سے امت کے علماء وطلباء اور عوام کیا استفادہ کریں گے؟ سورۃ الفیل میں ”کیدھم“ کی تائیدات کو ڈھونڈ کر پیش کیا ہے اور انسٹھ اشعار کا ڈھیر لگایا ہے اور کہا ہے کہ یہ تفسیر ہے۔ اور اس میں بڑی بڑی فحش غلطیاں کی ہیں جو عنقریب آنے والی ہیں۔

(جاری ہے)

ایک عہد، ایک دعا

ہر ظلم میں اعلانِ وفا کرتے رہیں گے — ہم لوگ شہیدوں کی ثنا کرتے رہیں گے
ہم ایسے تہی دست فقیروں کے قبیلے — اللہ کی چوکھٹ پہ صدا کرتے رہیں گے
اسلام کے ہر آن اُڑائیں گے پھریرے — ہر رنگ میں یہ فرض ادا کرتے رہیں گے
لندن کے سپیرے ہوں کہ بھارت کے لٹیرے — دونوں ہی مسلماں سے دغا کرتے رہیں گے
اقبال کے افکار مرصع کی زباں میں — مینائے خطابت پہ نوا کرتے رہیں گے
”غیرت سی نہیں چیز جہان تگ و دو میں“ — اس فکر کی اب نشو ونما کرتے رہیں گے
مخلوں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے — پابندی تسلیم و رضا کرتے رہیں گے

شورش ہو کرم اُن کا تو پھر خوف نہیں ہے
دربار رسالت میں دعا کرتے رہیں گے

شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مرزا قادیانی کا تعارف و کردار

(۳۹/آخری قسط)

حافظ عبیداللہ

حقیقت حال

آیئے اس حدیث شریف کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں کہ مرزائی یا قادیانی گروہ کی کیا حیثیت بنتی ہے؟ اس وقت بھی دنیا میں کچھ امتیں موجود ہیں جو اپنا تعلق چند انبیاء اور ان پر نازل ہونی والی کتابوں سے بتاتی ہیں اور ہر ایک امت کی اپنی الگ پہچان ہے، مثال کے طور پر قرآن کریم میں دو امتوں کا بار بار ذکر ہے،"یہود و نصاریٰ"۔ یہودی ایک امت ہے،اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی اور رسول مانتی ہے،لیکن انہی یہودیوں میں سے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ کا نبی مانا وہ یہودی نہیں کہلاتے بلکہ "عیسائی" کہلائے اور اس طرح عیسائی الگ امت ہوئے،ان کا یہودیت کے ساتھ کوئی تعلق نہ رہا۔ایسے ہی ایک امت وہ ہے جو حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام دونوں کو اللہ کا نبی مانتی ہے مگر ان کے بعد ایک اور ذات کو بھی اللہ کا نبی اور رسول مانتے ہیں اور وہ ذات اقدس ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ،اس امت کو امت مسلمہ کہا جاتا ہے۔ اب جو یہودی یا عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا وہ یہودی یا عیسائی نہ رہا بلکہ مسلم ہو گیا،یعنی نبی جدا تو امت جدا،جیسے امت بنتی نبی سے ہے ایسے ہی بدلتی بھی نبی سے ہے،اس بات کی دلیل کہ ہر نبی کی اپنی الگ امت ہوتی ہے وہ صحیح حدیث ہے جو باب اول میں "ختم نبوت احادیث کی روشنی میں" کے زیر عنوان بیان ہو چکی ہے:

"عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ان اللہ لم یبعث نبیاً الا حذر امتہ الدجال وانی آخر الانبیاء وانتم آخر الامم وھو خارج فیکم لا محالۃ ..... الی آخر الحدیث" حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال سے نہ ڈرایا ہو، بے شک میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو اور وہ (دجال) تمہارے اندر ضرور خروج کرے گا۔"

(المستدرک للحاکم،حدیث نمبر8620)

امام حاکم نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: "ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم" یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔امام ذہبی نے بھی تلخیص المستدرک میں اسے امام مسلم کی شرط کے مطابق لکھا ہے۔ اس حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ کہ "ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے" دلیل ہیں کہ ہر نبی کی اپنی الگ امت تھی اور جو نبی جن لوگوں کی طرف بھیجا گیا وہ اس نبی کی امت کہلائے۔

خود مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ:

"جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اس دعویٰ میں ضرور ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے۔اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام سناوے جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بناوے جو اس کو نبی سمجھتی اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام،رخ 5،صفحہ 344)

مرزا کی اس تحریر میں خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں،وہ صاف اقرار کر رہا ہے کہ جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا اس کے لئے دیگر امور کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی ایک امت بنائے جو اس کو نبی سمجھتی ہو۔اور اس بات سے کوئی قادیانی انکار نہیں کر سکتا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے خود نبوت ورسالت کا صریح دعویٰ کیا ہے،اس کے الفاظ ہیں:

"ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔" (اخبار بدر قادیان، جلد 7 نمبر 9، مورخہ 5 مارچ 1908ء صفحہ 2)

"سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔" (دافع البلاء، رخ 18 صفحہ 231)

تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قادیانیوں نے مرزا غلام احمد کو نبی اور رسول مانا ہے تو نبی کے بدلنے سے امت خود بخود بدل گئی، وہ مرزا غلام احمد کی نبوت کا عقیدہ رکھ کر "امت محمدیہ" کا حصہ ہی نہیں رہے تو پھر امت محمدیہ کا تہتر واں فرقہ کیسے ہوئے؟ یہ جماعت مرزائیہ کی کمال ہوشیاری اور دھوکہ دہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو امت محمدیہ کا فرقہ قرار دے رہے ہیں۔

پھر اس 73 فرقوں والی حدیث میں ایک اور اہم بات یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ "صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ جنتی ملت یا گروہ کون سا

ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: ما انا علیہ واصحابی۔ یعنی وہ گروہ جو میری سنت اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر چلے گا" اب قابل غور بات یہ ہے کہ کیا مرزا قادیانی اور اس کی جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور سنت مبارکہ پر عمل کیا؟ کیا انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بات کو قبول کیا؟ اس کا جواب نفی میں ملتا ہے، آپ نے اس کتاب میں باحوالہ پڑھا کہ کس طرح مرزا قادیانی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کے بارے میں واضح فرامین کو رد کیا، اس نے کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کو قبول کرنے سے انکار کیا جن کے اندر آپ نے اللہ کی قسم اٹھا کر فرمایا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام نے نازل ہونا ہے اور آسمان سے نازل ہونا ہے، نیز اس نے کس طرح قرآن کریم اور اور احادیث نبویہ پر جھوٹ بولے (حوالے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکے)، اسی طرح مرزا قادیانی نے حضرت ابوہریرہ وحضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہما جیسے صحابہ کرام پر تنقید کی کیونکہ ان کی روایت کردہ احادیث مرزا قادیانی کے خودساختہ عقیدے کے خلاف تھیں۔

دوستو! حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی جماعت کبھی بھی امت اسلامیہ کا حصہ نہ تھی کہ انہیں 1974ء میں باہر نکالا گیا، بلکہ جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ 1974ء میں صرف ان کا امت اسلامیہ سے خارج ہونا پاکستان کے دستور میں ڈالا گیا ورنہ مرزا قادیانی اور اُس کے ماننے والوں کے کفر اور غیر مسلم ہونے پر تو مرزا قادیانی کے زمانے میں ہی ساری امت اسلامیہ متفق تھی، خود مرزا قادیانی نے بھی اس بات کا ذکر اپنی تحریرات میں کیا ہے، چنانچہ اپنی جماعت کو ایک ضروری نصیحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ (یعنی انگریزی حکومت۔ ناقل) کے سایہ سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے؟ ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گی۔ ہر اسلامی سلطنت تمہارے قتل کے لیے دانت پیس رہی ہے کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔" (مجموعہ اشتہارات، جلد 2، صفحہ 709)

اور پھر مزید وضاحت کرتے ہوئے یوں لکھا:

"یہ مسلمان لوگ جو اس فرقہ احمدیہ کے مخالف ہیں تم ان کے علماء کے فتوے سُن چکے ہو یعنی یہ کہ تم ان کے نزدیک واجب القتل ہو اور ان کی آنکھ میں ایک کتا بھی رحم کے لائق ہے مگر تم نہیں ہو۔ تمام پنجاب اور ہندوستان کے فتوے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے فتوے تمہاری نسبت یہ ہیں کہ تم واجب القتل ہو۔"

(مجموعہ اشتہارات، جلد 2، صفحہ 709)

مرزا کی یہ تحریر مورخہ 7 مئی سنہ 1907ء کو لکھی گئی اور وہ خود اقرار کر رہا ہے کہ اُس وقت تمام ممالک اسلامیہ یہ فتویٰ دے چکے تھے کہ مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے مُرتد اور کافر ہیں۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ 1974ء میں مرزائیوں کی صرف ایک جماعت کو نہیں بلکہ "قادیانی" اور "لاہوری" دو گروہوں کو "غیر مسلم اقلیت" قرار دیا گیا، اور ان دونوں گروہوں میں بقول ان کے مرزا قادیانی کی نبوت پر شدید اختلاف بھی ہے، کیا اپنے آپ کو تہتر واں فرقہ کہنے والے بتا سکتے ہیں کہ ان دونوں (قادیانیوں اور لاہوریوں) میں سے تہتر واں فرقہ کون سا ہے اور چوہتر واں کون سا؟ جب کہ یہ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ مرزا قادیانی مسیح موعود اور مہدی معہود ہے۔ نیز مرزا قادیانی کی جماعت میں ان دونوں کے علاوہ دوسرے گروہ بھی معرض وجود میں آئے، جیسے ناصر احمد سلطانی کی "جماعت احمدیہ حقیقی"، مرزا رفیع احمد کو مجدد وقت ماننے والی جماعت "سر سبز احمدیت"، عبدالغفار جنبہ کی "جماعت احمدیہ اصلاح پسند" وغیرہ، نیز خود مرزا قادیانی کی زندگی میں اس کے ایک مرید عبداللہ تیماپوری نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور اس کی کتابیں اسی "ریاض ہند پریس امرتسر" سے شائع ہوتی رہیں جہاں سے مرزا کی کتابیں شائع ہوتی تھیں، تو ان سب مرزائی فرقوں میں سے وہ تہتر واں فرقہ کون سا ہے جو جنتی ہے؟

مرزائی پاکٹ بک کے مصنف نے ایک مسئلے میں اپنا موقف بیان کرتے ہوئے ایک عنوان قائم کیا ہے "فیصلہ کا آسان طریقہ" اور پھر لکھا ہے:

"حدیث شریف میں ہے کہ لا یجمع امتی علی ضلالۃ یعنی میری امت کبھی گمراہی پر اجماع نہیں کر سکتی۔" (مرزائی پاکٹ بک، صفحہ 609)

ہم بھی "فیصلے کے اسی آسان طریقہ" کے مطابق ہی یہ کہتے ہیں کہ امت اسلامیہ کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار غیر مسلم ہیں اور امت اسلامیہ سے خارج ہیں، اسی بناء پر ان کا حرمین شریفین میں داخلہ بھی بند کیا گیا، اور خود مرزائی پاکٹ بک میں بیان کردہ اس حدیث شریف کے مطابق یہ ناممکن ہے کہ امت محمدیہ کسی غلط بات پر اکٹھی ہو جائے۔ لہٰذا امت اسلامیہ کی طرف سے اس حدیث شریف کی رُو سے قادیانیوں مرزائیوں کے امت اسلامیہ سے خارج ہونے کا اجماعی فیصلہ بالکل ٹھیک ہے۔

مرزائی کلمہ بھی جدا ہے اور اردو زبان میں ہے:

مرزا قادیانی کے مشیر اور پہلے مرزائی خلیفہ حکیم نورالدین بھیروی نے صریح الفاظ میں اقرار کیا ہے کہ مرزا قادیانی کا کلمہ بھی جدا ہے، چنانچہ مرزا بشیر احمد ایم اے بیان کرتا ہے کہ:

"ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے

بیان کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کا ایک کلمہ ہوتا ہے۔مرزا کا کلمہ یہ ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔"(سیرت المہدی، جلد اول،حصہ سوم صفحہ 824،روایت نمبر 974)

غور فرمائیں ان الفاظ پر کہ "ہر نبی کا ایک کلمہ ہوتا ہے" اور پھر اس نے مرزا کا کلمہ ہرگز "لا الـه الا الـلـه محمد رسول الله" نہیں لکھا بلکہ ایک نیا کلمہ اردو میں لکھا ہے، یہ اس بات کی نا قابل تردید دلیل ہے کہ حکیم نورالدین کے نزدیک نبی کے بدلنے سے کلمہ بھی بدل جاتا ہے،لہذا قادیانیوں کا یہ شور ڈالنا کہ ہمارا کلمہ وہی ہے جو مسلمانوں کا ہے صرف ایک دھوکہ ہے۔

قادیانیوں کی موجودہ حالت زار:

یہ ایک حقیقت ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کو ایک دن بھی آزادی کا نصیب نہیں ہوا، مرزا کی پیدائش سے موت تک اور اس کے بعد 1947 تک وہ سکھوں اور انگریز کے غلام رہے،تقسیم ہند کے وقت وہ قادیان جسے مرزا نے "دارالامان" کہا تھا قتل وفساد کا مرکز بن گیا،سکھوں نے قادیانیوں کو زبردستی ان کے گھروں سے نکلنے پر مجبور کردیا، اس وقت کا قادیانی خلیفہ مرزا محمود بھاگ کر مسلمانوں کے پیچھے پیچھے موجودہ پاکستان میں آ گیا اور دریائے چناب کے کنارے ایک علاقے "چک ڈھگیاں" پر ڈیرے ڈال دیے اور اس کا نام بدل کر قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد حضرت مریم وعیسیٰ علیہما السلام کی پناہ گاہ کے لئے بولے گئے قرآنی لفظ ﴿ربوۃ﴾ کی نسبت سے "ربوہ" رکھ دیا،اور اب یہ قادیانیوں کا "دارالامان" بن گیا،لیکن مسلمان اس بدذاتی کو برداشت نہ کرسکے اور اسمبلی نے اس کا نام بدل کر "چناب نگر" رکھ دیا،مرزا قادیانی اور اس کی اولاد اتنی بدنصیب ہے کہ یہ جگہ بھی ان کے لئے "دارالامان" نہ بن سکی اور ان کا چوتھا خلیفہ مرزا طاہر رات کی تاریکی میں ربوہ سے نکلا اور اپنے جدی پشتی آقاؤں کے پاس پناہ لینے لندن فرار ہوگیا،اس طرح یہ وہ بدنصیب لوگ ہیں جنہیں ایک لمحہ بھی آزادی کا نصیب نہیں ہوا، پہلے وہ متحدہ ہندوستان میں انگریز کے غلام بلکہ اس کی غلامی کو اپنے مذہب کا حصہ بتاتے تھے، پھر پاکستان میں مسلمانوں کے غلام بنے اور پھر دوبارہ پاکستان سے بھاگ کر واپس انگریزی سلطنت کی غلامی میں آ گئے، یاد رہے قادیانی آئین پاکستان کو بھی نہیں مانتے اور برملا کہتے ہیں کہ "ہم مسلمان ہیں" جبکہ آئین پاکستان کی رو سے وہ "غیر مسلم اقلیت" ہیں، اس طرح ان قادیانیوں کو جو پاکستانی شہریت رکھتے ہیں اور آئین پاکستان کی اس شق کو نہیں مانتے اگر آئین پاکستان کا باغی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

قادیان کے بارے میں مرزا قادیانی کی ایک پیش گوئی جس نے پورا ہونے سے انکار کردیا:

مرزا محمود نے اپنے باپ کی سچائی کی دلیلیں بیان کرتے ہوئے اس کی چند پیش گوئیوں کا ذکر کیا، اسی ضمن میں "قادیان کی ترقی کا نشان" کے زیر عنوان ایک پیش گوئی یوں لکھی:

"حضرت اقدس کو بتایا گیا تھا کہ قادیان کا شہر ترقی کرتے کرتے ایک بہت بڑا شہر بن جائے گا جیسے کہ بمبئی اور کلکتہ کے شہر ہیں......"

(دعوۃ الامیر،انوار العلوم، جلد 7 صفحہ 506)

لیکن ہوا یہ کہ آج مرزا کو مرے ہوئے سو سال سے زیادہ ہوگئے لیکن قادیان بمبئی یا کلکتہ جیسا تو کیا بٹالہ یا گورداسپور کے قریب بھی نہیں پہنچ سکا بلکہ مرزا کے بیٹوں اور مریدوں کو اپنی "خلافت" کی دکان سمیت وہاں سے فرار ہونا پڑا اور نقلی مسیح کی یہ جماعت آج بھی صلیبی اور دجالی طاقتوں کی پناہ میں زندگی گزار رہی ہے۔

یہاں مجھے مرزا غلام احمد قادیانی کی وہ بات یاد آ رہی ہے جو اس نے یہودیوں کے بارے میں لکھی تھی، آپ بھی پڑھیں:

"......ذلت ومسکنت ان کے شامل حال ہوگی اور وہ دوسری طاقتوں کی پناہ میں زندگی بسر کریں گے۔"(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم رخ 21 صفحہ 409)

آج یہودیوں کا اپنا ایک خود مختار ملک تو دنیا کے نقشے پر موجود ہے جسے اسرائیل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے (اگرچہ مرزا قادیانی نے یہ جھوٹ بھی بولا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ خبر دی ہے کہ یہودی ہمیشہ دوسرے ملکوں کے تحت ہی ذلت والی زندگی بسر کریں گے اور ان کا تا ابد کبھی کوئی اپنا ملک نہ ہوگا۔حمامۃ البشریٰ، رخ 7 صفحہ 195)، لیکن قادیانیوں کی اپنی حالت یہ ہے کہ ذلت ومسکنت ان کے شامل حال ہے اور وہ دوسری طاقتوں کی پناہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں (جن طاقتوں کی اکثریت صلیب پرست ہے، وہی صلیب جس کے بارے میں مرزا نے کہا تھا کہ میں صلیب پرستی کے ستون کو توڑنے کے لئے آیا ہوں)،مصور پاکستان ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے قادیانیت کے بارے میں بجا فرمایا تھا:

"اُس کا حاسد خدا کا تصور جس کے پاس دشمنوں کے لئے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں، اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور اس کا روح مسیح کے تسلسل کا عقیدہ وغیرہ یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں گویا یہ تحریک یہودیت کی طرف رجوع ہے......"(حرف اقبال،صفحہ 104، مطبوعہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اگست 1984)

آئیں مل کر دعا کریں کہ وہ تمام لوگ جو فتنہ قادیانیت کی چالوں میں آ کر اپنے ایمان کی دولت لٹا بیٹھے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں تاریکیوں سے نکال کر اسلام کی روشنی کی طرف واپس لے آئے تاکہ قیامت کے دن انہیں اللہ کے آخری نبی، تمام جہانوں کے لئے رحمت، امام الانبیاء اور شافع روز جزا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس سے حوض کوثر کا جام نصیب ہو۔

ملتی ہے اضطراب میں راحت کبھی کبھی

سیّد امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

رُکتا نہیں ہے جوشِ طبیعت کبھی کبھی
تھمتے نہیں ہیں اشکِ محبت کبھی کبھی

سب اس میں بہہ گئے خس و خاشاکِ معصیت
اُمڈا وہ سیلِ اشکِ ندامت کبھی کبھی

ہوتی ہے خواب میں جو زیارت کبھی کبھی
سوتے میں جاگ اٹھتی ہے قسمت کبھی کبھی

کس کس طرح کیا ہے تسلی سے دل کو شاد
آئی جو لب پہ غم کی حکایت کبھی کبھی

اُن کا لیا جو نام تو آنسو نکل پڑے
یوں موجزن ہوئی ہے طبیعت کبھی کبھی

گاہے سکونِ دل بھی بنا وجہ اضطراب
ملتی ہے اضطراب میں راحت کبھی کبھی

جوشِ جنوں میں حدِ ادب سے نکل نہ جاؤں
مجھ کو سنبھالتی ہے شریعت کبھی کبھی

پُر لگ گئے دعا کو، پڑھا جب درود ساتھ
آنکھوں سے دیکھ لی یہ حقیقت کبھی کبھی

شہرِ رسول میرے تصور میں آگیا
یوں بس گئی نگاہ میں جنت کبھی کبھی

نسبت ہے کیا امینؔ، میں ذرہ وہ آفتاب
ہوتی ہے اپنے آپ پہ حیرت کبھی کبھی

معجون تسکین دل

دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے۔

دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ

دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا

اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔

جگر و معدہ کی اصلاح کرکے نیا خون پیدا کرتا ہے۔

عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔

قیمت 1200 روپے

وزن 500 گرام

آب سیب	آب انار	آب ادرک	ورق نقرہ	تخم خرفہ
آب بہی	آب لیمن	شہد خالص	بہمن سفید	عود ہندی
زعفران	مروارید	ورق طلاء	کشنیز	بادرنجبویہ
ابریشم	گل سرخ	گل نیلوفر	تخم کاہو	درونج عقربی
صندل سفید	طباشیر	آملہ	جوہر مرجان	مغز تربوز
[illegible]	الائچی خورد	کہربائی	بہمن سرخ	

فیصل فوڈز سٹار بلاز ڈی گراونڈ سپلائرز کالونی فیصل آباد

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری 0314-3085577

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ

مکمل علاج، مکمل خوراک

فیصل

قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام

معجون قوتِ اعصاب زعفرانی

33 اجزاء کا اکسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پرکیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران	جائفل	ناگرموتھ	مغز بندق	آرد خرما	جوہر آہن
مصطگی	جلوتری	بج	مغز ہولہ	سنگھاڑا	کشتہ چاندی
مروارید	دار چینی	اکر	الائچی خورد	[illegible]	[illegible]
ورق طلاء	لونگ	ماہی	الائچی کلاں	[illegible]	33 اجزاء
ورق نقرہ	گوند کیکر	جڑ موگے	زنجبیل	ماجو	
مغز چلغوزہ	مغز بادام	رس کونتی	بہمن سفید	گوند کتیرہ	

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت سے تعاون

شفاعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- دفاترِ ختمِ نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام صدقاتِ جاریہ میں شرکت کے لئے زکوٰۃ، صدقات، فطرہ، عطیات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کو دیجئے

نوٹ

مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کرسکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے۔

اپیل کنندگان

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
امیر مرکزیہ

مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری
مرکزی ناظم اعلیٰ

ترسیل زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون: 061-4783486, 061-4583486

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019 (انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر)
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018 (انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر)
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.